انعامی سلسلہ
ترغیبِ مطالعہ پروگرام

گوھرِ حکمت

(اکیسواں شمارہ)

معراجِ بشریت

سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Green Island Publications
(A Project of GIT®)
Karachi - Pakistan

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گوہرِ حکمت (اکیسواں شمارہ)

معراجِ بشریت

سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(حصّہ دوم- ہجرت سے سن ۶ ہجری تک)

ناشر: گرین آئی لینڈ پبلیکیشنز (GIP)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	:	معراجِ بشریت-سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اقتباس از	:	منتہی الآمال۔ ثقۃ المحدثین شیخ عباس قمیؒ
ترتیب	:	حجۃ الاسلام مولانا مجاہد حسین دامانی قمی
		حجۃ الاسلام مولانا سید ہاشم عباس زیدی
تصحیح	:	حجۃ الاسلام مولانا قمر علی لیلانی
ڈیزائنر	:	علی رضا بھانجی
تاریخ اشاعت	:	رجب المرجب ۱۴۴۲ھ
پیشکش	:	گرین آئی لینڈ یوتھ فورم (GIYF)
ناشر	:	گرین آئی لینڈ پبلیکیشنز (GIP)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خَيْرُ إِخْوَانِكَ مَنْ نَسِيَ ذَنْبَكَ وَذَكَرَ إِحْسَانَكَ إِلَيْهِ

تمہارا بہترین (دینی) بھائی وہ ہے جو اپنے بارے میں تمہاری خطاؤں کو بھول جائے اور اپنے اوپر تمہاری نیکیوں کو یاد رکھے۔

(بحارالأنوار، جلدی ۷۵، ص ۳۷۹)

التماسِ سورۂ فاتحہ

مرحومہ شمیم بانو	مرحوم محمد حاجی ابن جمعہ حاجی	مرحوم محمد تقی ابن راشد موراج
مرحوم احمد علی نجفی	مرحوم نثار حسین ابن جعفر علی	مرحومہ شمیم محمد ابن محمد حسین ماؤجی
مرحوم ممتاز بائی نجفی	مرحوم انصار حسین ابن روشن	راجانی خاندان کے تمام مرحومین
مرحوم حسنین احمد نجفی	مرحوم حیدر علی رجب علی ورتیج	مرحوم زرینہ وصی بنت وصی حیدر
مرحوم غلام مھدی خواجہ	مرحوم رجب علی وزیر علی پوناوالا	مرچنٹ خاندان کے تمام مرحومین
مرحوم روشن علی لیلانی	فرشتہ خاندان کے تمام مرحومین	شریف خاندان کے تمام مرحومین
مرحوم عبدالحسین راجانی	ورتیج خاندان کے تمام مرحومین	مونی خاندان کے تمام مرحومین
مرحوم حسین علی ابن قاسم علی	مرحومہ روشن بانو بنت نور محمد	داؤدانی خاندان کے تمام مرحومین
مرحوم غلام عباس فرشتہ	فرشتہ خاندان کے تمام مرحومین	لیلانی خاندان کے تمام مرحومین
مرحومہ گلشن بانو لیلانی	آغا خاندان کے تمام مرحومین	پوناوالا خاندان کے تمام مرحومین
مرحوم محمد حسین دیوجانی	ویرجی خاندان کے تمام مرحومین	دھارسی خاندان کے تمام مرحومین
مرحوم برکت علی پنجوانی	مرحومہ قریشہ بیگم بنت زوار حسین	کورجی خاندان کے تمام مرحومین
مرحومہ مریم بائی پنجوانی	راجانی خاندان کے تمام مرحومین	نایانی خاندان کے تمام مرحومین
مرحومہ رشیدہ بانو دھارسی	مرحوم عمران حیدر ابن نثار حسین	مرحومہ مریم بنت عبداللہ شریف
مرحوم مشتاق احمد دھارسی	ھیمانی خاندان کے تمام مرحومین	مرحومہ عابدہ بنت حسن علی پی ابراہیم
مرحومہ نرجس بنت شیر علی	پیرانی خاندان کے تمام مرحومین	پوناوالا خاندان کے تمام مرحومین

- مرحوم نذر حیدر ابن وصی حیدر
- مرحومہ فرزانہ بنت محمد شمیم باوا
- سومجی خاندان کے تمام مرحومین
- مرحومہ ارم فاطمہ بنت نثار حسین
- چارانیہ خاندان کے تمام مرحومین
- مرحومہ زہرا خاتون بنت حسین علی
- مرچنٹ خاندان کے تمام مرحومین
- مرحوم سید وصی حیدر ابن میر نادر حسین
- مرحومہ ممتاز بانو زوجہ اقبال علی لیلانی
- آصف رضا کے خاندان کے تمام مرحومین
- مرحومہ سکینہ بانو زوجہ مرحوم عبدالحسین راجانی
- لیاقت علی فاضل کے خاندان کے تمام مرحومین
- حاجی حسین لاکھانی کے خاندان کے تمام مرحومین
- مرحوم سید علمدار رضا رضوی ابنِ سید محمد مُرتضیٰ رضوی
- مرحومہ سیدہ کہکشاں پروین بنت سید وصی حیدر رضوی
- مرحوم سید عطرت حسین رضوی ابن سید قربان علی رضوی
- مرحوم بہادر علی مہر علی باوا اور اُنکے خاندان کے تمام مرحومین
- مرحومہ زہرا بائی حسن علی اور اُنکے خاندان کے تمام مرحومین
- مرحومہ نصرہ بانو بنت حیدر علی ورتیج زوجہ صادق حسین پنجوانی
- مرحومہ اشرف بائی بنت حاجی رضا علی بادامی زوجہ حیدر علی ورتیج
- مرحوم محمد علی ابن فدا حسین زاہد (نورانی) اور اُنکے خاندان کے تمام مرحومین
- ویردی والا خاندان کے تمام مرحومین
- مرحوم آغا جمیل حسین ابن آغا محمد حسین
- مرحوم غلام سجاد ابن رضا حسین دیوراج
- مرحومہ سیدہ عزیز فاطمہ بنت یوسف علی
- مرحومہ طاہرہ خاتون بنت عطرت حسین

قواعد و ضوابط

۱۔ سوالنامہ گذشتہ ایڈیشن کی طرح اس بار بھی کتاب کے ساتھ نہیں دیا جائے گا بلکہ مقررہ تاریخ ۲۸ مارچ ۲۰۲۱ بروز اتوار صبح ۱۲ بجے مقررہ علاقے میں معین سینٹرز میں لیا جائے گا۔

۲۔ شرعاً صرف وہی افراد اس مقابلہ میں حصہ لینے کے اہل ہیں جو خود مطالعہ کر کے جواب نامہ پُر کریں۔

۳۔ ترغیب مطالعہ پروگرام میں شمولیت کی اہلیت: کم از کم بارہ سال کی عمر کے لڑکے اور لڑکیاں۔

۴۔ دیئے گئے جوابات میں سے مناسب ترین جواب پر نشان لگائیں لہذا ایک سے زائد جواب پر نشان لگانے کی صورت میں جواب غلط شمار ہوگا۔ جوابات اسی کتابچے میں موجود مواد کے مطابق چیک کیے جائیں گے۔

۵۔ خصوصی انعامات خواتین و حضرات میں علیحدہ علیحدہ تقسیم کئے جائیں گے۔ ایک سے زائد خصوصی انعام کے حقدار ہونے کی صورت میں انعامات بذریعہ قرعہ اندازی تقسیم کئے جائیں گے۔

خصوصی انعامات

پہلا انعام :-/Rs.12,000 دوسرا انعام :-/Rs.10,000 تیسرا انعام : -/Rs.7,000

چوتھا انعام :-/Rs.5,000 پانچواں انعام :-/Rs. 2,500

نوٹ: تمام شرکاء کو کم از کم ۳۳ فیصد (30/10) نمبر حاصل کرنے پر ہر نمبر کے عوض ۱۰ روپے بطور انعام دیئے جائیں گے۔

۶۔ یہ سلسلہ آن لائن صورت میں بھی موجود ہے، رجسٹریشن Audio Format, Urdu, English & Roman PDF Book اور سوالنامہ ہماری ویب سائٹ youth.greenislandtrust.org پر موجود ہیں اور اس کی تفصیلات آپ ہمارے WhatsApp: 0331-2388982 اور فیس بک کے صفحہ facebook.com/giyfpakistan سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

نوٹ: گوہر حکمت کی آن لائن رجسٹریشن اس بار فری رکھی گئی ہے۔

۷۔ کسی بھی طرح کی معلومات کے لیے خصوصا بیرون ملک رہنے والے مومنین ہمارے ای میل پر رابطہ کریں: giyf@greenislandtrust.org

۸۔ کتابچہ ۱۹ فروری سے ۲۰ مارچ ۲۰۲۱ تک درج ذیل ان سینٹرز سے حاصل کر سکتے ہیں:

- GIYF، امتل اپارٹمنٹ، نزد نوبل کمپیوٹر سینٹر، سولجر بازار نمبر ۱
(صبح ۱۱ سے شام ۷ روزانہ سوائے اتوار)
- GIWW، راہین ایوینیو، نزد پاک نایٹ کلینک، سولجر بازار نمبر ۲
(صبح ۱۰ سے ۱۲ اور شام ۴ سے ۷ روزانہ سوائے اتوار)
- محمد علی بک ڈپو، سولجر بازار (صبح ۱۱ سے رات ۸ سوائے اتوار)
- محفل پاک پنجتنی، بہار کالونی (0336-2628556)
- اے ۱۱۴ / ۱۴۵، سروے نمبر ۴۱/۷، ملیر (0333-3431638)
- مسجد وحدت المسلمین، چشتی نگر (0312-9743508)
- بقیۃ اللہ اکیڈمی، گلگتی محلہ، نیو میانوالی کالونی، منگھوپیر روڈ (0321-2954620)
- جامع مسجد خدیجہ الکبری، سیکٹر نمبر ۱۱، بلدیہ ٹاؤن (0345-2844736)
- گورنمنٹ بوائز ہائی اسکول امپھری، پنیال روڈ، گلگت (0310-0775595)
- خیر النساء اکیڈمی، نزد عبد اللہ ہسپتال، اسکردو، بلتستان (0344-9511393)
- مدرسہِ زہرا (باری ماما)، شادمان، بالمقابل اسکالر کالج، لاہور (0321-5550763)
- ۹۵۶-۹۵۷، LMQ روڈ، بالمقابل TCS آفس، ملتان (0321-3389300)
- جامعہ مسجد علی ابن علی طالب علیہ السلام محلہ خو جگن، نارووال (0332-4756937)

۹۔ نتائج کا اعلان اور تقسیمِ انعامات کا پروگرام ۱۰ اپریل ۲۰۲۱ء کو منعقد کیا جائے گا۔

۱۰۔ ۱۷ اپریل ۲۰۲۱ء تک انعامات وصول نہ کیے گئے تو ادارہ ذمہ دار نہ ہو گا۔

۱۱۔ کتابچہ جمع کراتے وقت اپنے "ب" فارم / شناختی کارڈ یا اسکول رپورٹ کارڈ / فیس سلپ کی اصل یا فوٹو کاپی ضرور ساتھ لے کر آئیں۔

۱۲۔ اس کتابچہ سے متعلق تجاویز یا شکایات ادارہ کے e-mail پر بھیجی جا سکتی ہیں، لیکن انتظامیہ کا فیصلہ حتمی تصور کیا جائے گا۔

فہرست

قواعد و ضوابط ۵

پیش لفظ ۹

مکّہ سے مدینہ ہجرت ۱۰

ہجری کے پہلے سال کے واقعات ۱۳

ہجری کے دوسرے سال کے واقعات ۱۳

غزوۂ بدر ۱۵

ہجرت کے تیسرے سال کے واقعات ۲۷

غزوۂ غطفان ۲۷

غزوۂ اُحد ۳۱

غزوۂ حمراء الاسد ۴۲

ہجری کے چوتھے سال کے واقعات ۴۵

غزوۂ بنی نضیر ۴۷

ہجری کے پانچویں سال کے واقعات ۵۲

غزوۂ بنی مصطلق ۵۲

غزوۂ خندق ۵۵

غزوۂ بنی قریظہ ۶۳

ہجری کے چھٹے سال کے واقعات ٦٥

غزوہ ذات الرقاع ٦٥

پیش لفظ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کتب بینی اور مطالعہ کا شوق قوموں کی ترقی میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اقوامِ عالم میں جس انداز سے یہ شوق اپنی جگہ بنا چکا ہے، اس اعتبار سے ہماری قوم کو ابھی بہت محنت کرنا ہے۔ البتہ یہ بات عرض کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ اس سلسلے میں مختلف اداروں نے کام شروع کر دیا ہے۔ ''گوہر حکمت'' کے نام سے ترغیبِ مطالعہ کا یہ سلسلہ بھی ایسی ہی ایک چھوٹی سی کوشش ہے تاکہ قوم میں شوقِ مطالعہ اُجاگر کیا جائے۔

گرین آئی لینڈ یوتھ فورم کی خواہش ہے کہ بچوں اور نوجوانوں میں شوقِ مطالعہ کو فروغ دینے کے لئے اپنی سعی و کوشش کی جائے۔ اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اس بار بھی اس کتابچہ کے لیئے مواد معروف کتاب ''سفینۃ البحار'' کے مصنف، ثقۃ المحدثین شیخ عباس قمیؒ کی کتاب ''منتہی الامال'' سے اقتباس لیا گیا ہے۔ اس کتاب میں شیخ عباس قمیؒ نے چہاردہ معصومین علیہ السلام کی سیرت کو مختلف عنوانات کے تحت عمدگی سے تصنیف کیا ہے اور ساتھ ہی رحلت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کے خلفاء اور اس دور کی مختلف مشہور شخصیات کے حالات کو بھی بیان کیا ہے۔ پاکستان میں پہلی بار اس کتاب کا ترجمہ محسن قوم سرکار علامہ صفدر حسین نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ نے کیا جو امامیہ پبلیکشنز پاکستان نے ''احسن المقال'' کے نام سے چھاپا۔ اس اشاعت کے لئے متن اگرچہ ''احسن المقال'' سے لیا گیا ہے۔ لیکن اردو دان طبقے کے لئے زبان کی سلاست کے پیش نظر اصل متن سے تقابل کرتے ہوئے کئی مقامات پر اردو ترجمے میں کئی اصلاحات بھی کی گئی ہیں۔

مطالعہ میں غور طلبی کے عنصر کو باقی رکھنے کے لئے مختصر کتابچے کی صورت میں کچھ سوالات بھی دیئے گئے ہیں تاکہ دورانِ مطالعہ ان سوالات کے جوابات کو حاصل کرنے کے لئے توجہ بھی باقی رہے۔

کمسن نوجوانوں کے شوق کو دیکھتے ہوئے کم از کم ۱۲ سال کی عمر تک کے لڑکوں اور لڑکیوں کو اس پروگرام میں شمولیت کا اہل قرار دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ زیادہ سے زیادہ عمر کی حد ہٹا کر ہر عمر کے مرد و خواتین کو اس پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔

برادران ارجمند قبلہ مولانا سید ہاشم عباس زیدی، مولانا مجاہد حسین دامانی قمی، مولانا مصطفیٰ علی وکیل، مولانا مجتبیٰ حسن جیوانی اور مولانا قمر علی لیلانی صاحبان کا میں نہایت ہی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے نہ صرف اس پراجیکٹ کو مکمل طور پر سنبھالا بلکہ نہایت ہی خوبصورتی اور نفاست کے ساتھ اس مشکل کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

خداوند متعال سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور ہم سب کو ناصرانِ امام علیہ السلام میں شامل فرمائے۔

والسلام

مولانا غلام رضا روحانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکّہ سے مدینہ ہجرت

۶۲۱۶ (موٴرخین کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے بعد سے شمار کیئے جانے والا سال) میں مدینہ کے لوگوں نے دوبارہ عقبہ میں بیعت کی اور انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکی پیروی اور اتباع پر بیعت کی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی جان اور جسم کی طرح حفاظت کریں گے اور جو چیز وہ اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی پسند نہیں کریں گے۔ جب یہ معاہدہ پختہ ہو گیا تو مدینہ کے لوگ اپنے وطن واپس چلے گئے لیکن جب کفار قریش کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کے اس عہد وپیمان کی خبر ملی تو یہ چیز ان کے کینہ اور مکر وفریب کی زیادتی کا باعث بنی اور انہوں نے اس مسئلہ پر ایک شوریٰ (مشورہ کی بیٹھک) بلائی۔ ان کے عقلمند اور تجربہ کار چالیس افراد دار الندوہ میں جمع ہوئے۔ شیطان قبیلہ نجد کے ایک بوڑھے شخص کی شکل میں ان میں داخل ہوا اور تبادلہ افکار اور اظہارِ نظریات کے بعد سب کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ ہر قبیلہ کا ایک بہادر و دلیر شخص منتخب کیا جائے اور ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار دی جائے۔ وہ سب اکٹھے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کریں اور ان کا خون بہائیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کا الزام تمام قبائل کے حصہ میں آجائے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبیلہ میں یہ طاقت نہ ہو کہ وہ تمام قبائل کا مقابلہ کر سکیں۔ مجبوراً معاملہ خوں بہا (خون کے بدلے کچھ قیمت ادا کرنے) پر جا پڑے گا۔ پس سب نے اس پر اتفاق کیا اور اس مہم کو سر کرنے میں لگ گئے۔ پھر وہ اشخاص جو اس کام کے لیے تیار کیے گئے تھے، ماہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کے گرد آگئے اور کمین گاہ میں بیٹھے تا کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بستر پر جا کر لیٹیں تو ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں۔

خداوند عالم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر کر دی اور آیہ مبارکہ نازل فرمائی:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللهُ وَاللهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ.[1]

اور (وہ وقت یاد کریں) جب یہ کفار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قید کر دیں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (مکہ سے) نکال باہر کریں۔ وہ اپنی چال سوچ رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

اور حکم دیا کہ امیر المومنین علیہ السلام کو اپنے بستر پر سُلا کر شہر سے نکل جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا کہ مشرکین آج رات مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں اور خداوند عالم نے مجھے ہجرت کا حکم دیا ہے اور غارِ ثور کی طرف جانے کا فرمان ہوا ہے اور یہ کہ تمہیں حکم دوں کہ میرے بستر پر سو جاؤ تاکہ انہیں معلوم نہ ہو کہ میں چلا گیا ہوں۔ کیا کہتے ہو اور کیا کرو گے؟ امیر المومنین علیہ السلام نے عرض کی: "اے خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سو جانے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان تو سلامت رہے گی؟" فرمایا: "ہاں"۔ امیر المومنین علیہ السلام مسکرائے اور سجدہ شکر بجالائے اور یہ پہلا سجدۂ شکر تھا جو اس امت میں واقع ہوا تھا۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کی کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانے کی طرف حکم ملا ہے چلے جائیے، میری جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو چاہیں مجھے حکم دیں کہ میں اسے دل و جان سے قبول کروں گا اور ہر معاملہ میں خدا سے توفیق چاہوں گا۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام کو گلے سے لگایا اور بہت روئے اور انہیں خدا کے سپرد کیا اور جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ تھام لیا اور گھر سے باہر لے آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت

---

[1]۔ سورہ انفال، آیت ۳۰

پڑھی:

وَ جَعَلْنا مِنْ بَیْنِ أَیْدیھِمْ سَدًّا وَ مِنْ خَلْفِھِمْ سَدًّا فَأَغْشَیْناھُمْ فَھُمْ لا یُبْصِرُونَ.[1]

اور ہم نے ان کے آگے دیوار کھڑی کی ہے اور ان کے پیچھے بھی دیوار کھڑی کی ہے اور ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے لہٰذا وہ کچھ دیکھ نہیں پاتے۔

اور مٹھی بھر خاک ان کے چہروں پر پھینک دی اور فرمایا: شَاھَت الوُجُوہُ یہ چہرے بگڑ جائیں! اور غارِ ثور کی طرف چل پڑے اور ایک روایت ہے کہ امّ ہانی کے گھر تشریف لائے اور صبح کی تاریکی میں غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر لیٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر اُوڑھ لی۔ کفار قریش نے چاہا کہ اس رات گھر میں کود جائیں۔ ابولہب جو ان کے ساتھ تھا اس نے منع کیا اور کہنے لگا کہ میں رات کو تمہیں اندر نہیں جانے دوں گا کیونکہ اس گھر میں بچے اور عورتیں ہیں۔ رات بھر اس گھر کی نگرانی کریں گے اور صبح کے وقت اس پر حملہ کر دیں گے۔ جب صبح کے وقت انہوں نے اس کام کا ارادہ کیا تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور انہیں للکارا۔ وہ کہنے لگے اے علی علیہ السلام! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم انہیں میرے سپرد کر گئے تھے؟ تم انہیں شہر سے نکالنا چاہتے تھے وہ خود چلے گئے۔ پس وہ لوگ علی علیہ السلام کو چھوڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور خداوند عالم نے یہ آیت امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں نازل فرمائی: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَشْرِی نَفْسَہُ ابْتِغاءَ مَرْضاتِ اللهِ وَ اللهُ رَؤُفٌ بِالْعِبادِ.[2]

---

[1]۔ سورہ یٰس، آیت ۹

[2]۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۰۷

اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضاجوئی میں اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور اللہ ایسے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

پس حضرت پیغمبر ﷺ تین دن تک غارِ ثور میں رہے اور چوتھے دن مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور بارہ ربیع الاول بعثت کے تیرہویں سال مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔

ہجری کے پہلے سال کے واقعات

پیغمبر ﷺ کی ہجرتِ مدینہ مسلمانوں کی تاریخ کی ابتداء بنی۔ اور ہجرت کے پہلے سال پانچ ماہ یا آٹھ ماہ کے بعد حضرت رسول اکرم ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مؤاخات (بھائی چارہ) باندھا اور امیر المؤمنین علیہ السلام کو اپنا بھائی قرار دیا اور اسی سال کے ماہ شوال میں عائشہ کے ساتھ شادی کیا۔

ہجری کے دوسرے سال کے واقعات

ہجرت کے دوسرے سال مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ ہوگیا اور اسی سال حضرت فاطمہ علیہا السلام کی شادی خانہ آبادی جناب امیر المومنین علیہ السلام سے ہوئی۔ بعض محققین نے کہاہے کہ اسی سال سورہ ھَلْ اَتیٰ اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی اور خداوند عالم نے بہشت کی بہت سی نعمتوں کا اس سورہ میں ذکر کیاہے لیکن حور العین کا ذکر نہیں فرمایاشاید جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی جلالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ نے اس سورہ میں حوروں کا تذکرہ نہیں فرمایا۔

اور آخرِ شعبان سن ۲ ہجری میں رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ اسی سال مشرکین سے جنگ کا حکم نازل ہوا۔

سن ۲ھ میں ہی ستر دن گزرنے کے بعد جنگِ ابواء ہوئی۔ ابواء ایک بڑے گاؤں کا نام ہے جو مکّہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے اور وہیں نبی اکرم ﷺ کی والدہ جناب آمنہ کی قبر ہے اور وہیں ایک اور گاؤں ہے جسے وَدّان کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس جنگ کو جنگ وَدّان بھی کہتے ہیں۔ اور اس جنگ میں معاملہ صلح کو پہنچ گیا اور رسول اکرم ﷺ جنگ کے بغیر واپس آگئے اور اس جنگ کے علمبردار جناب حمزہ علیہ السلام تھے۔ اس کے بعد سریہ حُمزہ پیش آیا۔

اور یہ جاننا چاہیے جب حضرت رسول ﷺ کسی لشکر کو کسی جنگ کے لیے تیار کرتے اور خود بھی اس کے ساتھ جاتے تو اس کو غزوہ کہتے ہیں اور اگر خود ساتھ نہ جاتے تو اسے بعث اور سَرِیَّہ کہتے اور سَرِیَّہ لشکر کے ایک گروہ کو کہتے ہیں جو دشمن کے مقابلہ میں بھیجا جائے جس میں کم سے کم نو افراد اور زیادہ سے زیادہ چار سو ہوں اور بعض کہتے ہیں کہ سَرِیَّہ ایک سو سے لے کر پانچ سو تک ہے اور اس سے زیادہ کو منس کہتے ہیں اور اگر آٹھ سو سے زیادہ ہوں تو اسے جَیش کہتے ہیں اور اگر چار ہزار سے زیادہ ہوں تو اسے جَحفَل کہتے ہیں۔

ماہ ربیع الاول میں غزوہ بُواط پیش آیا اور وہ اس طرح ہوا کہ آنحضرت ﷺ دو سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے کاروانِ قریش کے قصد سے بُواط تک تشریف لے گئے۔ دشمن سے دوچار ہوئے بغیر پلٹ آئے اور بُواط ایک پہاڑ ہے جبال جہینہ میں سے رَضْوی کی طرف اور رَضْوی مکہ و مدینہ کے درمیان یَنْبُع کے نزدیک ایک پہاڑ ہے۔ کیسانیہ مذہب والے کہتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ اس میں مقیم و زندہ ہیں تاکہ وہاں سے وہ خروج کریں گے۔

اور غزوہ بُواط کے بعد غزوہ ذوالعُشَیرۃ پیش آیا۔ عُشَیرہ مکہ مدینہ کے درمیان یَنْبُع کے نزدیک بنی مُدلِج قبیلہ کی جگہ ہے اور وہ اس طرح ہوا کہ رسول خدا ﷺ نے سنا کہ ابوسفیان قریش کے ایک گروہ کے ساتھ تجارت کے لیے شام جارہا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے

پیچھے ذوالعُشَیرہ تک تشریف لے گئے۔ ابوسفیان سے آمنا سامنا ہوا لیکن بنی مُدلِج کے بڑے لوگ جو ذوالعُشَیرۃ کے اطراف میں رہتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کرلی۔

غزوۂ بدر

جمادی الثانی میں غزوۂ بدر الاولیٰ پیش آیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ کُرز بن جابر فہری قریش کے ایک گروہ کے ساتھ مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر آیا ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ اور باقی لوگوں کے چوپائے ہنکا کے مکہ لے گیا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کا عَلَم (پرچم) حضرت امیر علیہ السلام کے سُپرد کیا اور مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ منزلِ سَفَوان میں جو بَدَر کے اطراف میں ہے، پہنچے اور تین دن وہاں آرام فرمایا اور ہر طرف سے مشرکین کے حالات کا جائزہ لیا جب ان کی خبر نہ مل سکی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس آگئے اور اس وقت ماہ جمادی الثانی ختم ہو رہا تھا۔

نیز سن ۲ھ میں جنگ بدر کبریٰ پیش آئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار قریش مثلاً عتبہ، شیبہ، ولید بن عتبہ، ابو جہل، ابوالبَختری، نوفل بن خویلد اور باقی قریشِ مکہ جنگجو افراد کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ کہ جن کی مجموعی تعداد نو سو پچاس تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی تیاری کر کے مکہ سے روانہ ہوئے۔ آلات طرب اور گانے والی عورتیں لہو و لعب کے لیے اپنے ساتھ لائے اور تین سو گھوڑے اور سات سو اونٹ ان کے ساتھ تھے۔

انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہوا تھا کہ ہر روز رؤساءِ قریش میں سے ایک شخص جانوروں کا چارا اور لشکر کا کھانا دے گا اور دس اونٹ نحر کرے گا۔ ادھر سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سو تیرہ صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے نکل کر علاقۂ بدر میں پہنچے اور بدر ایک کنوئیں کا نام ہے کہ جس میں مشرکین کے لاشے پھینکے گئے تھے۔ جب

حضور ﷺ بدر کے علاقہ میں پہنچ گئے تو حضور ﷺ جابجا زمین کی طرف اشارہ فرماتے اور کہتے مَصرعُ فُلانٍ کہ یہ فلاں کافر کے مرنے کی جگہ ہے اور کفارِ قریش میں ہر ایک کی قتل گاہ بتاتے تھے اور وہی ہوا جو آپ ﷺ نے فرمایا۔

اسی اثنا میں دشمن کا لشکر نمودار ہوا اور وہ ان کے سامنے ایک ٹیلہ پر اُتر گیا اور لشکرِ پیغمبر ﷺ کو دیکھنے لگا۔ مسلمان ان کی نگاہوں میں بہت حقیر اور کم مقدار نظر آئے۔ چنانچہ مسلمانوں کی نگاہ میں وہ بھی کم نظر آئے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِى أَعْيُنِكُمْ قَلِيلاً وَيُقَلِّلُكُمْ فِى أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِىَ اللهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولاً وَإِلَى اللهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ.[1]

اور یاد کرو جب کہ مقابلے کے وقت خدا نے تم لوگوں کی نگاہوں میں دشمنوں کو تھوڑا دکھایا اور ان کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے پیش کیا، تاکہ جو بات ہونی تھی اُسے اللہ ظہُور میں لے آئے، اور آخر کار سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

کفارِ قریش لشکر کو دیکھنے کے بعد اس ٹیلے سے اتر گئے جبکہ وہ پانی سے دور تھے۔ جب وہ پڑاؤ ڈال چکے تو عمیر بن وہب کو ایک گروہ کے ساتھ بھیجا کہ لشکر اسلام کے حالات معلوم کرے اور انہیں شمار کرے۔ پس عمیر بن وہب گھوڑے پر سوار ہوا اور مسلمانوں کے چاروں طرف چکر لگانے کے بعد بیابان کی طرف گیا اور دیکھ بھال کی کہ شاید کہیں مسلمانوں نے اپنی فوج کمین گاہ میں بٹھا رکھی ہو۔ واپس آیا اور کہنے لگا کہ ان کی تعداد تین سو کے قریب ہے اور کہنے لگا:

---

[1]۔ سورہ انفال، آیت ۴۴

ان کی کمین میں کوئی نہیں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ یثرب کے اونٹ چھا جانے والی موت کو لاد کر آئے ہیں کیا انہیں دیکھتے نہیں کہ وہ گونگے ہیں کوئی بات نہیں کرتے اور سانپ کی طرح منہ سے زبان ہلاتے ہیں۔ ان کی پناہ گاہیں ان کی تلواریں ہیں، میں انہیں نہیں دیکھتا کہ وہ میدان جنگ سے پلٹیں گے مگر یہ کہ اسی میدان میں قتل کر دیئے جائیں اور اس وقت تک قتل نہ ہوں گے جب تک وہ اپنی تعداد کے برابر دشمن قتل نہ کرلیں۔ اس معاملہ کو خوب جانچ تول لو کہ ان سے لڑنا آسان کام نہیں۔

حکیم بن حزام نے جب یہ گفتگو سنی تو عتبہ سے خواہش کی کہ لوگوں کو جنگ سے روکے۔ عتبہ نے کہا: اگر کر سکتے ہو تو ابن حنظلیہ یعنی ابو جہل سے کہو کہ کیا وہ لوگوں کو جنگ سے روک سکتا ہے کیونکہ محمد ﷺ اور اس کے ساتھی ابو جہل کے چچا کے بیٹے ہیں یعنی رشتہ دار ہیں۔ حکیم، ابو جہل کے پاس گیا اور اسے عتبہ کا پیغام سنایا۔ ابو جہل کہنے لگا: اس کے پھیپھڑے میں ہوا بھر گئی ہے (مراد یہ تھی کہ وہ ڈر گیا ہے اور اس پر خوف طاری ہو گیا ہے) اور عتبہ اپنے بیٹے، ابو حذیفہ کے بارے میں جو کہ مسلمان ہو گیا ہے اور محمد ﷺ کے ساتھ ہے، ڈرتا ہے۔

حکیم نے ابو جہل کی گفتگو عتبہ کے سامنے نقل کی اور اچانک ابو جہل بھی اس کے پیچھے وہاں پہنچ گیا۔ عتبہ نے اس سے کہا: اے بڑے بزدل مجھے بزدل بتا کر ننگ و عار دلاتا ہے۔ معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پھیپھڑا پھول گیا ہے۔ ادھر سے پیغمبر اکرم ﷺ نے اس لیے کہ مسلمانوں کے دل اپنی جگہ پر رہیں اور انہیں جنگ کا زیادہ خوف نہ ہو اور اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کہ:

وَاِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا۔[1]   اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔

---

[1]۔ سورہ انفال، آیت ۶۱

اگرچہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ قریش صلح نہیں کریں گے لیکن حجت تمام کرنے کی خاطر آپ ﷺ نے قریش کو پیغام بھیجا کہ ہمارے دل میں یہ بات نہیں ہے کہ ہم تم سے جنگ کرنے میں سبقت کریں کیونکہ تم لوگ ہمارے ہی قوم و قبیلہ سے ہو اور تمہیں بھی مجھ سے زیادہ دشمنی نہیں کرنی چاہیے اور مجھے عرب کے حوالے کر دو کہ اگر میں غالب آیا تو بھی تمہارے لیے باعث فخر ہے اور اگر عرب نے مجھے ختم کر دیا تو تم اپنے مقصد کو بغیر تکلیف اٹھائے پالو گے۔

جب قریش نے یہ باتیں سنیں تو ان میں سے عتبہ کہنے لگا: اے قریش کی جماعت! جو شخص ضدّی ہو اور محمد ﷺ کے پیغام سے منہ پھیرے وہ کامیاب نہیں ہو گا۔ اے گروہِ قریش! میری بات سنو اور محمد ﷺ کی رعایت کرو جو تم سب سے بہتر ہے یعنی اس کے پیغام کی عزت کرو۔ ابو جہل کو خوف محسوس ہونے لگا کہ کہیں عتبہ کی باتوں میں آکر لوگ جنگ سے باز نہ آجائیں لہذا وہ گویا ہوا اور کہنے لگا: ہاں اے عتبہ! یہ کیا فتنہ ہے جو تو پھیلانا چاہتا ہے؟! اولادِ عبد المطلب کے خوف سے تو واپس جانے کے حیلے بہانے تلاش کر رہا ہے؟

عتبہ کو غصہ آگیا اور کہنے لگا: میری طرف تُو خوف کی نسبت دیتا ہے اور مجھے ڈرنے والا بتاتا ہے؟

پھر اونٹ سے اتر آیا اور ابو جہل کو گھوڑے سے نیچے کھینچ لیا اور کہنے لگا: آؤ تم اور ہم لڑتے ہیں تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ بزدل کون اور بہادر کون؟

قریش کے بزرگ افراد آگے بڑھے اور انہیں ایک دوسرے سے الگ کیا۔ اس وقت جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے اور دونوں طرف سے مردانِ کارزار اور شجاعان روزگار جوش و خروش میں آگئے۔ پہلا شخص عتبہ تھا جس نے میدان کا قصد کیا، اس غصہ میں کہ ابو جہل نے اُسے بزدلی کا طعنہ دیا تھا۔ پس اس نے بڑی مشکل سے زرہ پہنی اور چونکہ اس کا سر بڑا تھا، پورے لشکر میں کوئی ایسا خَود (جنگی ٹوپی) نہیں تھا جو اس کے سر کے برابر آتا ہو۔ مجبوراً اس نے عمامہ سر پر باندھ لیا اور اس نے اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو

حکم دیا کہ میرے ساتھ میدان میں چلو اور جنگ کرو۔ پس تینوں افراد نے اپنے گھوڑوں پر ایڑھ لگائی اور دونوں لشکروں کے درمیان چکر کھانے لگے اور مُبارز (اپنے مقابل لڑنے والا) طلب کرنے لگے۔ انصار میں سے تین اشخاص ان کے مقابلہ میں گئے۔ عتبہ نے کہا تم کون لوگ ہو اور کس قبیلہ سے ہو؟ کہنے لگے ہم انصار میں سے ہیں۔ عتبہ کہنے لگا: تم ہمارے کُفو (ہم پلہ) نہیں ہو ہم تم سے جنگ نہیں کرتے اور پکار کر کہا: اے محمد ﷺ! ہمارے بنی اعمام میں سے کسی کو بھیج جو ہم سے جنگ کرے جو کہ ہمارا مدّ مُقابل اور کُفو ہو۔ اور رسولِ خدا ﷺ بھی نہیں چاہتے تھے کہ پہلے انصار جنگ کریں۔ پس آپ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام، جناب حمزہؓ بن عبد المطلب، اور عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف کو جنگ کی اجازت دی اور یہ تینوں بزرگوار غضب ناک شیر کی طرح آگے بڑھے۔ جنابِ حمزہ نے کہا:

أَنَا حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَسَدُ اللهِ وَ أَسَدُ رَسُولِه.

میں حمزہ بن عبد المطلب، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا شیر ہوں۔

جواب میں عتبہ نے کہا: نہایت ہی اچھے اور کریم ہم پلہ ہو اور میں بھی حُلفاء کا شیر اور مطیبین کا شیر ہوں۔ اس بات سے عتبہ نے اپنے آپ کو حلفاء مطیبین کی طرف منسوب کیا اور مطیبین کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے آباء واجداد کے ذکر میں گزر چکا ہے۔

خلاصہ یہ کہ امیر المومنین علیہ السلام ولید سے دوبدو ہوئے۔ حمزہ شیبہ سے اور عبیدہ عتبہ کے مقابل آکھڑے ہوئے۔ پس امیر المؤمنین علیہ السلام نے یہ رجز پڑھا:

أَنَا ابْنُ ذِی الْحَوْضَیْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ وَهَاشِمِ الْمُطْعِمِ فِی الْعَامِ السَّغِبْ وَفِی بِمِیعَادِی وَ أَحْمِی عَنْ حَسَبْ [1]

---

[1]۔ الكافي (ط-الإسلامیة)، ج۸، ص:۱۱۔

میں دوحوضوں کے مالک عبد المطلب اور ہاشم کا بیٹا ہوں، جس نے بھوک کے سال کھانا کھلایا تھا۔ میں اپنے عہد و میثاق کو پورا کروں گا اور حسب و نسب کی حمایت و حفاظت کروں گا۔

پس آپ علیہ السلام نے ولید کے کاندھے پر تلوار ماری جو اس کی بغل کے نیچے سے باہر آگئی اور اس کا بازو اتنا چوڑا اور بڑا تھا کہ جب وہ اسے بلند کرتا تو اس سے اس کا چہرہ چھپ جاتا تھا۔

کہتے ہیں کہ اس نے وہ کٹا ہوا ہاتھ حضرت امیر علیہ السلام کے سَر پر مارا اور اپنے باپ عتبہ کی طرف بھاگا۔ حضرت علیہ السلام اس کے پیچھے گئے اور اس کی ران پر دوسرا زخم لگایا کہ جس سے وہ فوراً مر گیا۔

اور جناب حمزہ اور شیبہ ایک دوسرے سے لڑتے رہے اور ایک دوسرے پر تلوار کے اتنے وار کیے اور ایک دوسرے کے پیچھے اتنے دوڑے کہ تلواریں بیکار ہو گئیں اور ڈھالیں ٹوٹ گئیں۔ پس تلواریں ایک طرف پھینک دیں اور ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے دور سے یہ منظر دیکھا تو پُکار کر کہا: اے علی علیہ السلام! دیکھئے! یہ کتّا کس طرح آپ کے چچا پر غالب آرہا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اس کی طرف گئے اور حمزہؓ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور چونکہ حمزہؓ کا قد شیبہ سے بڑا تھا لہٰذا فرمایا: چچا اپنے سر کو نیچے کرو۔ حمزہ نے سر نیچے کیا تو علی علیہ السلام نے تلوار مار کر شیبہ کا آدھا سر الگ کر دیا اور اسے ہلاک کر دیا۔

باقی رہا عبیدہ، تو وہ جب عتبہ کے قریب پہنچا تو یہ دونوں بڑے بہادر اور شجاع تھے تو دونوں نے اچانک ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اور عبیدہ نے عتبہ کے سر پر تلوار لگائی جو اس کے آدھے سر تک چلی گئی اسی طرح عتبہ نے نیچے سے تلوار عبیدہ کے پاؤں پر ماری جس سے ان کی پنڈلی کٹ گئی۔ ادھر امام علی علیہ السلام جب شیبہ سے فارغ ہوئے تو عتبہ کا قصد کیا۔ ابھی اس میں کچھ رمق باقی تھی کہ اس کی جان بھی لے لی تو

اس امام علی علیہ السلام نے ان تینوں کے قتل میں شرکت کی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ علیہ السلام نے معاویہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: وَعِنْدِي السَّيْفُ الَّذِي أَعْضَضْتُهُ بِجَدِّكَ وَخَالِكَ وَأَخِيكَ فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ.[1]

اے معاویہ! میرے پاس وہ تلوار اب بھی موجود ہے کہ جس سے میں نے تیرے بھائی، تیرے ماموں اور تیرے نانا کو بدر کے دن کاٹا تھا۔

پس حضرت علی علیہ السلام نے جنابِ حمزہ کے ساتھ مل کر حضرت عبیدہ کو اُٹھایا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا سَر اپنے زانو پر رکھا اور اتنا روئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو عبیدہ کے چہرہ پر بہنے لگے اور عبیدہ کی پنڈلی کا گوشت لٹک رہا تھا۔ بدر سے واپسی پر رَوحآء یا صَفرَاء کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی اور وہیں دفن ہوئے اور عُبیدہ عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس سال بڑے تھے اور خداوند عالم نے یہ آیت ان چھ افراد کے متعلق نازل کی جن میں سے دو دو ایک دوسرے سے لڑے تھے:

هٰذانِ خَصْمانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيابٌ مِنْ نارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُؤُسِهِمُ الْحَمِيم. یہ دو دشمن ہیں جنہوں نے اللہ کے لئے ایک دوسرے سے جھگڑا کیا پس جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے تیار کیے گئے اور ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا گیا۔[2]

خلاصہ یہ کہ ان تین افراد کے قتل ہونے سے کفار کے دل میں رعب بیٹھ گیا۔ ابو جہل کفار کو جنگ پر اُکساتا تھا اور شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں قریش سے کہنے لگا:

---

[1]۔ نہج البلاغۃ (للصبحی صالح)؛؛ص ۴۵۴

[2]۔ سورہ حج، آیت ۱۹

میں تمہارا ہمسایہ ہوں اپنا عَلَم (پرچم) مجھے دے دو۔ پس وہ میسرہ کا جھنڈا لے کر لشکر کی صف کے سامنے دوڑنے لگا اور کفار کو جنگ پر قوی دِل بنانے لگا۔ ادھر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا:

غُضُّوا أَبْصَارَكُمْ وَعَضُّوا عَلَى النَّوَاجِذِ   آنکھیں نیچے کر لو اور دانت بھینچ لو۔

اور اپنے اصحاب کی قلت کو دیکھ کر اللہ کی بارگاہ میں دست دراز ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کی تو خداوند عالم نے ان کی مدد کے لیے فرشتے نازل فرمائے۔ ارشاد ہوا: اور اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی ہے جب کہ تم کمزور تھے لہذا اللہ سے ڈرو شاید تم شکر گزار بن جاؤ، اس وقت کو یاد کرو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے کہ خدا تین ہزار فرشتوں کو نازل کر کے تمہاری مدد کرے، یقیناً اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے اور جیسے ہی دشمن تم پر چڑھائی کرنے لگیں گے اسی وقت اللہ پانچ ہزار بہادری کے نشان والے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔[1]

جب شیطان کی نگاہ جبرائیل علیہ السلام پر پڑی اور صفوفِ ملائکہ کو دیکھا تو عَلَم پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ منبّہ بن حجاج نے اس کا گریبان پکڑا اور کہنے لگا: اے سراقہ! کہاں بھاگ رہے ہو؟ یہ کتنا غلط کام ہے جو اس وقت کر رہے ہو اور ہمارے لشکر کو توڑ رہے ہو۔ ابلیس نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا: مجھ سے دور ہو جا، جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تُو نہیں دیکھ رہا۔ خدا فرماتا ہے:

---

[1]۔ سورہ آلِ عمران، آیت ۱۲۳ سے ۱۲۵

فَلَمَّا تَراءَتِ الْفِئَتانِ نَكَصَ عَلى عَقِبَيْهِ وَ قالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكُمْ إِنِّي أَرى ما لا تَرَوْنَ إِنِّي أَخافُ اللهَ وَ اللهُ شَدِيدُ الْعِقاب.[1]

جب دونوں گروہ آمنے سامنے آئے تو الٹے پاؤں بھاگ نکلا اور کہا کہ میں تم لوگوں سے بیزار ہوں، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہو اور میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب علیہ السلام غضبناک شیر کی طرح ہر طرف حملہ کرتے تھے اور مرد و مرکب سوار کو زمین پر گراتے یہاں تک کہ چھتیس بہادروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے قریش پر تعجب ہے کہ وہ ولید بن عتبہ سے میری جنگ دیکھ چکے ہیں اور انہوں نے دیکھا کہ میرے ایک ہی وار سے حنظلہ بن ابو سفیان کی دونوں آنکھیں باہر آگئیں تو وہ کس طرح سے مجھ سے لڑنے کی جرأت کرتے ہیں۔[2]

خلاصہ یہ کہ قریش کے جنگجو و شجاع افراد میں سے ستر افراد قتل ہوگئے کہ جن میں عتبہ و شیبہ، ولید بن عتبہ، حنظلہ بن ابو سفیان، طُعَیمہ بن عَدی، عاص بن سعید، نوفل بن خویلد اور ابو جہل شامل تھے۔ جب ابو جہل کا سَر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدۂ شکر کیا۔ پس کفار کو شکست ہوئی اور مسلمان ان کے پیچھے دوڑے اور ان کے ستر آدمی قید کر لیے۔ یہ واقعہ سترہ رمضان کا ہے اور نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی مُعَیط بھی قیدیوں میں داخل تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے قتل کا حکم دیا

---

[1]۔ سورہ انفال، آیت ۴۸

[2]۔ الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد؛ ج۱؛ ص ۷۵

اور یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخت ترین دشمن تھے۔ عقبہ وہی شخص ہے کہ جس نے امیہ بن خلف کو خوش کرنے کے لیے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ پر تھوکا تھا۔

سن ۲ ہجری، پندرہ شوال جبکہ ہجرت کو بیس مہینے گزر چکے تھے کہ غزوہ بنی قَینُقاع پیش آیا اور بنی قَینُقاع مدینہ کے یہودیوں کا ایک گروہ تھا۔ جاننا چاہیے کہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالمقابل کفّار تین قسم کے تھے۔ ایک وہ تھے کہ جن سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد لیا تھا کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ نہ کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کی مدد بھی نہ کریں گے اور یہ بنی قریظہ، بنی قَینُقاع یہودی قبیلے تھے۔ اور دوسری قسم ان کفّار کی تھی جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرتے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی رکھتے تھے یہ کفارِ قریش تھے اور تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی سروکار نہیں تھا اور وہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انجامِ کار کیا ہوتا ہے جو عام عرب کے قبیلے تھے لیکن ان میں سے بعض باطنی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح و نصرت چاہتے تھے (چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی عَالَم کے طور پر اُبھر کر سامنے آئیں)۔ مثلاً قبیلہ خزاعہ اور بعض کا معاملہ برعکس تھا مثلاً بنی بکر اور کچھ لوگ ایسے تھے جو ظاہراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور باطن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ تھے۔ مثلاً منافقین اور یہود کے جن کے تینوں گروہوں نے دھوکہ دیا اور سب سے پہلے جنہوں نے معاہدہ کو توڑا وہ بنی قَینُقاع تھے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی قَینُقاع کے بازار میں ایک مسلمان عورت ایک زرگر کی دکان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس زرگر نے یا کسی دوسرے یہودی نے بطور تمسخر اس کا کُرتا پیچھے سے پھاڑ دیا اور اسے ہلکی سی گرہ لگادی۔ اس عورت کو خبر نہ ہوئی جب وہ کھڑی ہوئی تو وہ بے لباس ہوگئی اور یہودی ہنسنے لگے۔ اس

عورت نے فریاد بلند کی۔ جب ایک مسلمان نے یہ دیکھا تو اس نے اس قبیح کام کی وجہ سے اس یہودی کو قتل کر دیا۔ یہودی ہر طرف سے جمع ہو گئے اور انہوں نے اس مسلمان کو شہید کر دیا۔[1]

جب حضور ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے یہودیوں کے بڑے لوگوں کو بلایا اور فرمایا کہ تم نے کیوں پیمان شکنی کی اور عہد کو توڑا۔ خدا سے ڈرو اور تمہیں خوف ہونا چاہیے کہ جو کچھ مصیبت قریش پر پڑی ہے وہ مصیبت تم پر بھی آسکتی ہے اور میری رسالت کا یقین کرو کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ میری بات سچی ہوتی ہے۔ وہ کہنے لگے: اے محمد ﷺ! ہمیں نہ ڈراؤ اور قریش کی جنگ اور ان پر غلبہ سے نہ اتراؤ کیونکہ آپ ﷺ نے ایسے لوگوں سے جنگ لڑی ہے جنہیں جنگ کے قوانین معلوم نہیں تھے اور اگر ہم سے پالا پڑا تو آپ ﷺ کو جنگ کے طریقے معلوم ہو جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے دامن جھاڑ کر چل دیئے۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

وَإِمَّا تَخافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلى سَواءٍ إِنَّ اللهَ لا يُحِبُّ الْخائِنِين.[2]

اور اگر کسی قوم سے کسی خیانت یا بدعہدی کا خطرہ ہے تو آپ ﷺ بھی ان کے عہد کو ان کی طرف پھینک دیں کہ اللہ خیانت کاروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

پس آپ ﷺ نے ابو لُبابہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور عَلم جناب حمزہ کے سپرد کیا اور لشکر تیار کر کے ان کی طرف چل دیئے۔ گروہِ یہود میں چونکہ مقابلہ و مقاتلہ کی طاقت نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے حصار اور قلعوں میں پناہ لے لی اور پندرہ دن تک محصور رہے یہاں تک کہ وہ تنگ آگئے اور رعب و خوف ان کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ مجبوراً راضی ہوئے کہ اپنے حصار سے باہر آئیں اور حکم خدا کے سامنے

---

[1]۔ سیرۂ ابن ہشام، ج ۳، ص ۵۱

[2]۔ سورہ انفال، آیت ۵۸

گردن جھکائیں۔ پس وہ قلعوں کے دروازے کھول کر باہر آ گئے۔ حضرت ﷺ نے منذر بن قدامہ سلمی کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پشت سے باندھ دو اور آپ ﷺ کا دِلی ارادہ تھا کہ انہیں قتل کریں اور یہ سات سو جنگجو تھے۔ عبد اللہ بن اُبی نے جو مسلمانوں کے درمیان ایک مردِ منافق تھا درخواست کی کہ ان کے حق میں احسان فرمائیں اور اس نے بہت اصرار کیا تو حضرت ﷺ نے ان کے خون بہانے سے درگزر کیا لیکن وہ حضرت ﷺ کے حکم سے جلاوطن کیے گئے اور ان کا مال واسباب قلعے اور جائدادیں وہیں رہ گئیں اور ملکِ شام کے شہر اَذرِعات کی طرف چلے گئے۔

نیز سن ۲ ہجری ماہ شوال میں غزوہ قَرقَرۃ الکُدر پیش آیا جو بنی سُلیم کی مدینہ سے تین منزل دور پانی کی جگہ ہے۔ اس جنگ کی وجہ یہ ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے سنا کہ بنی سُلیم اور بنی غطفان نے صلاح ومشورہ کے بعد طے کیا ہے کہ وہ قریش کے خون کے بدلے مدینہ پر شب خون ماریں گے۔ پس حضرت ﷺ نے عَلَمِ لشکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو دیا اور دو سو صحابہؓ کے ساتھ آپ ﷺ دو دن میں وہاں پہنچے۔ آپ ﷺ کے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ لوگ جا چکے تھے اور ان میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا اور حضرت ﷺ واپس پلٹ آئے۔ اور کچھ موٴرخین نے یہ جنگ ہجرت کے تیسرے سال میں ذکر کی ہے۔

سن ۲ ہجری کے ذیقعد کی آخری دہائی میں یا ذی الحج میں غزوہ سَوِیق پیش آیا جس کی وجہ یہ تھی کہ ابو سفیان نے جنگ بدر کے بعد نذر کی تھی کہ وہ کسی عورت کے قریب نہیں جائے گا اور تیل نہیں لگائے گا جب تک مصطفیٰ ﷺ اور ان کے اصحاب سے اس کا بدلہ نہ لے لے۔ پس وہ دو سو آدمیوں کے ساتھ مکہ سے عریض کے مقام تک پہنچا جو مدینہ کے اطراف میں واقع ہے اور وہاں ایک انصاری مَعبَد بن عمرو اور اس کے ایک آدمی کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ ایک دو مکان اور چند درخت خرمے کے جلائے اور یہ سمجھ لیا کہ میں نے اپنی نذر کے مطابق عمل کر لیا ہے پس فوراً واپس چلا گیا۔ جب یہ خبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے ابولبابہ کو اپنا نائب بنایا اور دو سو مہاجر وانصار کے ساتھ ابوسفیان کا پیچھا کیا۔ جب

ابو سفیان کو معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لشکر کے ساتھ تیزی سے آرہے ہیں، تو وہ ڈر گیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ستّو کے تھیلے جو زادِ راہ کے طور پر ان کے پاس تھے وہ پھینک دیں تا کہ بھاگنا ان کے لیے آسان ہو جائے۔ مسلمان ان کے پیچھے پہنچ گئے اور وہ تھیلے انہوں نے اٹھا لیے اس لیے اس کو غزوۂ سَویق کہتے ہیں (سویق عربی میں ستو کو کہتے ہیں)۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قَرقَرۃ الکُدُر تک ان کا پیچھا کیا۔ جب نہ مل سکے تو واپس مدینہ پلٹ آئے اور اس جنگ کی مدت پانچ دن رہی اور بعض علماء کے نزدیک یہ واقعہ ہجرت کے تیسرے سال پیش آیا۔ ایک قول کی بناء پر ۲ ھ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور بہت سے موٴرخین نے تیسرا سال بتایا ہے۔

ہجرت کے تیسرے سال کے واقعات

غزوۂ غطفان

سن ۳ ہجری میں غزوۂ غَطفان پیش آیا اور اس کو غزوۂ ذی اَمرّ اور غزوۂ اَنمار بھی کہتے ہیں، یہ نجد کے علاقے میں ایک جگہ ہے اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ بنی ثَعلَبہ و بنی مُحارِب مقامِ ذی اَمرّ میں جمع ہوئے ہیں تا کہ اطرافِ مدینہ کو تاراج کریں اور مال غنیمت حاصل کریں اور حارث کا بیٹا جس کا نام دُعثور تھا، وہ ان کا سردار تھا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ساڑھے چار ہزار افراد کے ساتھ تیزی سے مقامِ ذی اَمرّ تک پہنچے۔ دُعثور اپنے آدمیوں سمیت پہاڑی پر بھاگ گیا اور ان میں سے کوئی بھی نہ ملا سوائے ایک شخص کے جو بنی ثَعلَبہ میں سے تھا، مسلمان اسے پکڑ کر خدمتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں لے آئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے سامنے اسلام کو پیش کیا تو وہ اسلام لے آیا۔ اس دوران سخت بارش ہوئی یہاں تک کہ لشکریوں کے بدن اور کپڑوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ لوگ ہر طرف بکھر گئے اور اپنے اپنے سامان کی دیکھ بھال میں لگ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا لباس اُتارا اور اسے نچوڑ کر ایک

درخت کی ٹہنیوں پر ڈال دیا اور اس درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ اچانک دُعثور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے تلوار لیے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آج تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرا اللہ" فوراً جبرائیل علیہ السلام نے اسے گھونسا مارا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گرگئی اور وہ چاروں شانے چت ہو گیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تلوار اُٹھالی اور اس کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا: "اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟" کہنے لگا کوئی بھی نہیں، میں نے جان لیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر ہیں۔ پس اس نے شہادتین زبان پر جاری کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلوار اس کے حوالہ کردی۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ خداوند عالم نے یہ آیت اسی موقع پر نازل فرمائی:

يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اتَّقُوا اللهَ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُون.[1]

ایمان والو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب ایک قوم نے تمہاری طرف دست درازی کا ارادہ کیا تو خدا نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ صاحبانِ ایمان اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف واپس تشریف لائے اور اس سفر کی مدت اکیس دن تھی۔ سن ۳ ہجری میں ایک قول کی بناء پر ۱۴ ربیع الاول کو کعب بن اشرف یہودی مارا گیا۔ وہ ایسا شخص تھا کہ جتنا اس سے ہو سکتا وہ مسلمانوں کو آزار پہنچاتا اور اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین بھی کی تھی۔

---

[1] ۔ سورہ مائدہ، آیت ۱۱

اپنے پیاروں کے ساتھ

PAYMENT SCHEDULE (RESIDENTIAL)

MODE OF PAYMENT	120 Sq. Yards	200 Sq. Yards	240 Sq. Yards	400 Sq. Yards
BOOKING 1st Month	108,000	180,000	216,000	360,000
ALLOCATION 2nd Month	108,000	180,000	216,000	360,000
CONFIRMATION 3rd Month	108,000	180,000	216,000	360,000
40 MONTHS INSTALMENTS	10,800x40	18,000x40	21,600x40	36,000x40
DEMARCATION	162,000	270,000	324,000	540,000
POSSESSION	162,000	270,000	324,000	540,000
TOTAL COST*	**1,080,000**	**1,800,000**	**2,160,000**	**3,600,000**

* Terms & Conditions applied

بکنگ اور مزید تفصیلات کیلئے رابطہ کیجیے

MASKAN ASSOCIATES

MASKAN ASSOCIATES

Office # 1 Ground Floor, Zahra Residency, Plot # JM-277, Britto Road,
Near Imam Bargah Khurasan, besides Fatimiyah Boys School, Karachi.
Tel : 021-32221117, 0323-3001212 | Email : khurasan.garden@gmail.com

IT'S FAMOUS BECAUSE IT'S GOOD

EAT QUALITY

MFC

MEHBOOB FOOD CENTRE

CATERING & KITCHEN SERVICES

ماہ رجب

میں کونڈوں کی نیاز کے لئے

کھیر ، پوری ، آلو وغیرہ

آرڈر پر تیار کئے جاتے ھیں۔

بیف پلاؤ ۔ چکن پلاؤ ۔ چکن بریانی ۔ وائٹ بریانی ۔ دال چاول ۔حلیم چکن قورمہ ۔ چکن کڑاہی
چکن وائٹ روسٹ ۔ آلو قیمہ

رول ۔سموسہ۔شامی کباب ۔نرگسی کباب ۔چکن اسٹک ۔چکن وون ٹون ۔کٹلٹس ۔چکن منٹ رول ۔دہی بڑے

تندور کی دودھ والی روٹی، شیرمال، تافتان وغیرہ ہمہ وقت دستیاب ہیں۔

For Home & Office Delivery Call us at :

021-32239834, 021-32250409, 0300-9217766, 0333-3897493

MFCEATQUALITY mehboob_food sales.mfc@gmail.com feedback.mfc@gmail.com

G-1 Mannan Manzil Opp. Shell Petrol Pump, Soldier Bazar No. 2 Karachi

سن ۳ہجری ہی میں غزوۂ بحران پیش آیا اور وہ فُرع کے اطراف میں ایک جگہ ہے اور فُرع، اطرافِ رَبَذہ میں ایک مقام ہے اور اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ کو بتایا گیا کہ بنی سُلیم کا ایک گروہ بحران میں جمع ہوا ہے اور وہ کوئی مکاری کرنا چاہتا ہے، آپ تین سو افراد کے ساتھ اس کی طرف بڑھے۔ بنی سُلیم اپنے علاقہ میں منتشر ہو گئے اور حضرت ﷺ دشمن سے آمنا سامنا کیے بغیر واپس لوٹ آئے۔

سن ۳ہجری میں ولادت امام حسین علیہ السلام ہوئی اور اس سال ہی آپ ﷺ نے حفصہ سے ماہ شعبان میں اور زینب بنتِ خُزیمہ سے ماہ رمضان میں نکاح کیا۔

غزوۂ اُحد

سن ۳ہجری ماہ شوال میں غزوہ اُحد پیش آیا۔ اُحد مدینہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ایک مشہور پہاڑ ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ جنگ بدر کے بعد قریش بہت غصہ میں تھے اور ان کے سینے مسلمانوں کے خلاف بغض و کینے سے بھرے ہوئے تھے اور لگاتار وہ تیاری میں رہے اور لشکر تیار کرتے رہے یہاں تک کہ پانچ ہزار کا لشکر فراہم کر لیا کہ جس میں تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے۔ پس نبی اکرم ﷺ سے جنگ کرنے کے ارادہ سے مدینہ کی طرف انہوں نے کوچ کیا اور عورتوں کا ایک گروہ بھی ساتھ لیا جو لشکر میں سوگواری کرتیں اور اپنے مقتولین پر گریہ کرتی اور ان پر مرثیہ پڑھتی تھیں تاکہ ان کا بغض و کینہ جوش میں آئے اور دلوں میں جذبۂ انتقام بھڑکے۔ ادھر سے پیغمبر اکرم ﷺ کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی جنگ کی تیاری کی اور اپنے لشکر کے ساتھ اُحد میں تشریف لے آئے اور جنگ کے لیے ایک جگہ کا انتخاب اور لشکر کی صف آرائی کی۔ آپ ﷺ نے لشکر کو اس طرح رکھا کہ کوہِ اُحد پشت پر اور جبل عینین بائیں طرف اور مدینہ روبرو ہو۔ چونکہ عینین میں ایک شگاف تھا کہ اگر دشمن چاہتا تو وہاں سے حملہ کر سکتا تھا۔ عبد اللہ بن جبیر کو پچاس کمان داروں کے ساتھ وہاں کھڑا کر دیا تاکہ دشمن کو اس شگاف سے گزرنے سے روکیں اور فرمایا:

اگر تم دیکھو کہ ہمیں جنگ میں فتح و غلبہ حاصل ہو چکا ہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں مکہ میں داخل کر دیا ہے تب بھی ہر گز اس جگہ سے نہ ہلنا اور اگر دیکھو کہ ہمیں جنگ میں شکست ہو گئی ہے یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں مدینہ میں داخل کر دیا ہے تب بھی تم ہر گز اس جگہ سے حرکت نہ کرنا اور اس جگہ پر ڈٹے رہنا۔[1]

جب مسلمانوں لشکر اپنی صفوں کو درست کر چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے خطبہ ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں وہ وصیت کرتا ہوں جو اللہ نے اپنی کتاب میں مجھے کی ہے، یہ کہ اس کی اطاعت کرتے ہوئے عمل کیا جائے اور اس کے محرمات سے رکا جائے (یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:) خدا نے تمہارے لیے حلال و حرام کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ مگر ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں کہ جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے مگر وہ جسے خدا بچالے، جو شخص ان کو چھوڑ دے اس نے اپنی عزت و دین کو محفوظ کر لیا اور جو ان میں جا پڑے تو وہ مثل اس شخص کے ہے جو کسی کے کھیت سبزہ زار کے قریب اپنے چوپائے چرا رہا ہو قریب ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں۔ کوئی ایسا بادشاہ نہیں کہ جس نے کوئی محفوظ جگہ نہ قرار دی ہو۔ یاد رکھو خدا جس جگہ سے لوگوں کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے وہ اس کے محرمات ہیں اور ایک مومن کو دوسرے مومنین سے وہی نسبت ہے جو سَر کو بدن سے ہے۔ جب اس میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن پکار اٹھتا ہے۔ والسلام علیکم[2]۔"

ادھر سے مشرکین نے صف آرائی کی تو خالد بن ولید نے پانچ سو افراد کے ساتھ میمنہ لے لیا۔ عکرمہ بن ابو جہل پانچ سو افراد کے ساتھ میسرہ پر تھا۔ صفوان بن امیہ، عمرو بن عاص کے ساتھ سواروں کا سپہ سالار

---

[1]۔ تفسیر القمی؛ ج۱؛ ص ۱۱۲

[2]۔ الامتاع: ۱۲۱ و ۱۲۲، شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ۳: ۳۵۸-۳۶۵.

ہو گیا۔ عبد اللہ بن ربیعہ تیر اندازوں کا قائد تھا اور یہ سو آدمی تیر انداز تھے اور جس اونٹ پر ہبل بت کو لاد کر لائے تھے، وہ ان کے آگے تھا اور عورتیں لشکر کے پیچھے تھیں۔ عَلمِ لشکر طلحہ بن ابی طلحہ کو دے رکھا تھا۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ ان کا عَلم کس کے ہاتھ میں ہے؟ بتایا گیا کہ قبیلہ بن عبد الدار کے ایک شخص کے ہاتھ میں ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم زیادہ وفا کرنے کے حقدار ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُصعبؓ بن عُمیر کو بلایا جو بنی عبد الدار میں سے تھا اور عَلمِ نصرت اس کے ہاتھ میں دیا۔ مُصعبؓ نے عَلم لیا اور وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آگے رہا۔ پس طلحہ بن ابی طلحہ جو کبشِ کتیبہ (لشکر کا مینڈھا) تھا اور عَلمِ مشرکین اٹھائے ہوئے تھا، گھوڑا بڑھا کر مبارِز طلب ہوا۔ کوئی شخص اس کے مقابلہ کی جرأت نہ کر سکا۔

امیر المومنین علیہ السلام نر شیر کی طرح تلوار لے کر آگے بڑھے اور رجز پڑھا۔ طلحہ کہنے لگا: اے قَصم (بہادروں کی کمر توڑنے والے!) مجھے معلوم تھا کہ تمہارے علاوہ میرے مقابلہ میں کوئی نہیں آئے گا۔ پس امام علی علیہ السلام پر اس نے حملہ کیا اور آپ علیہ السلام پر تلوار لگائی کہ حضرت علیہ السلام نے ڈھال سے اس کے وار کو روکا پھر ایسی تلوار اس کے سر پر لگائی کہ اس کا مغز سر سے باہر آگیا اور وہ زمین پر گر پڑا اور وہ برہنہ ہو گیا۔ اور امام علی علیہ السلام سے پناہ مانگی آپ علیہ السلام واپس پلٹ گئے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے قتل سے خوش ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کی آواز بلند کی۔ طلحہ کے بعد اس کے بھائی مصعب نے عَلم لیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اسے بھی قتل کیا۔ پھر بنی عبد الدار کا ایک ایک شخص عَلم لیتا اور قتل ہوتا گیا، یہاں تک کہ بنی عبد الدار میں سے کوئی شخص باقی نہ رہا جو عَلمدار بن سکے۔ اس قبیلہ کے ایک غلام نے جس کا نام صَواب تھا اس عَلم کو اٹھایا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اسے بھی ان کے ساتھ ملحق کیا۔ روایت میں ہے کہ یہ غلام حبشی تھا اور جسم کی بزرگی میں گنبد کی طرح تھا اور اس وقت اس کے منہ سے کَف جاری تھا اور اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی

تھیں اور وہ کہتا کہ میں اپنے سرداروں کے بدلے محمد ﷺ کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کروں گا۔ مسلمان اس سے ڈر گئے اور اس کے مقابلہ میں جانے کی کسی میں جرأت نہ ہوئی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اسے ضرب لگائی اور کمر کے پاس سے اس طرح دو ٹکڑے کر دیا کہ اس کا اوپر والا حصہ جدا ہو گیا اور اس کا نچلا حصہ اسی طرح کھڑا تھا۔ مسلمان اسے دیکھتے اور ہنستے تھے۔ پس مسلمانوں نے حملہ کیا اور کفار کو منتشر کر دیا اور وہ شکست کھا گئے۔ مشرکین میں سے ہر شخص ایک طرف بھاگ گیا اور وہ اونٹ جس نے ہُبل کو اُٹھا رکھا تھا، گر گیا اور ہُبل منہ کے بل گر پڑا۔ پس مسلمان مالِ غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔

وہ تیر انداز جو پہاڑ کے شگاف پر موجود تھے انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمان لوٹ مار میں مشغول ہیں تو انہوں نے مالِ غنیمت کے حرص و طمع میں اپنی جگہ چھوڑ دی۔ عبد اللہ بن جبیر نے منع کیا وہ نہ مانے۔ مال لوٹنے کے لیے انہوں نے دشمنوں کی لشکر گاہ کا ارادہ کیا۔ عبد اللہ دس سے کم افراد کے ساتھ وہاں رہ گیا۔ خالد بن ولید نے عکرمہ بن ابو جہل کے ساتھ دو سو افراد کو لے کر کمین گاہ سے عبد اللہ پر حملہ کر دیا۔ عبد اللہ کو اس کے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیا اور وہاں سے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا اور مشرکین کا عَلم دوبارہ بلند ہو گیا اور بھاگنے والوں نے جب اپنے عَلم کو قائم دیکھا تو وہ اپنی صفوں کی طرف واپس آ گئے اور شیطان جُعَیل بن سراقہ کی شکل میں نکل آیا اور پکارنے لگا:

أَلَا إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِل — آگاہ رہو کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے۔

مسلمانوں میں اس خبرِ وحشت کے اثر سے دہشت پھیل گئی اور وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے، یہاں تک کہ حُذیفہ کے باپ یَمان کو خود مسلمانوں نے قتل کر دیا اور رسولِ خدا ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ امیر المومنین علیہ السلام رسول ﷺ کے سامنے جنگ کر رہے تھے اور جس طرف سے دشمن حضور ﷺ پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا آپ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی ڈھال بن جاتے اور دشمن کو

رسول اللہ ﷺ سے دور کر دیتے۔ یہاں تک کہ نوے زخم آپ علیہ السلام کے سر، چہرہ، سینہ، شکم، ہاتھ اور پاؤں پر لگے اور لوگوں نے سنا کہ منادی آسمان سے ندا کر رہا ہے: لَا سَیْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَلَا فَتَىٰ إِلَّا عَلِی
کوئی تلوار نہیں سوائے ذوالفقار کے اور کوئی جوان نہیں سوائے علی علیہ السلام کے

جبرائیل علیہ السلام نے پیغمبر ﷺ سے عرض کی: هَذِهِ وَاللهِ الْمُوَاسَاةُ يَا مُحَمَّد
یارسول اللہ ﷺ! یہ ہے مواسات اور جانثاری جسے علی علیہ السلام آشکار کر رہے ہیں

حضرت ﷺ نے فرمایا: لِأَنِّي مِنْهُ وَهُوَ مِنِّي (کیوں نہ ہو) علی علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

جبرائیل علیہ السلام نے کہا: وَأَنَا مِنْكُمَا اور میں آپ دونوں میں سے ہوں۔[1]

خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن قَمِئَہ جو مشرکین میں سے ایک تھا، تلوار لے کر حضرت ﷺ کو شہید کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ چونکہ مصعبؓ بن عمیر عَلمدارِ لشکرِ رسول ﷺ تھے۔ پہلے اس نے مصعبؓ پر حملہ کیا اور اُن کا دایاں بازو قلم کر دیا۔ مُصعبؓ نے عَلم بائیں بازو میں پکڑ لیا۔ اس نے مصعبؓ کا بایاں بازو بھی قلم کر دیا۔ پھر ایک اور زخم لگایا کہ جس سے وہ شہید ہو گیا اور عَلم گر پڑا لیکن ایک فرشتہ مُصعبؓ کی شکل میں آیا اور اس نے عَلم بلند کر دیا۔ ابن قمئہ نے مُصعبؓ کی شہادت کے بعد کئی پتھر لے کر حضرت ﷺ کی طرف پھینکے۔ اچانک ایک پتھر آپ ﷺ کی پیشانی پر لگا اور پیشانی کھل گئی اور خَود (جنگ کی آہنی ٹوپی) کے کئی حلقے آپ ﷺ کی پیشانی میں پیوست ہو گئے اور آپ ﷺ کے چہرے پر خون بہنے لگا۔ آپ ﷺ اس خون کو صاف کرتے تھے تاکہ وہ زمین پر نہ گرے اور آسمان سے عذاب نازل نہ ہو اور آپ ﷺ فرماتے:

---

[1] تفسیر القمی، ج ۱، ص: ۱۱۶۔

كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ فَعَلُوا هٰذَا بِنَبِيِّهِمْ وَ هُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللهِ فَأَنْزَلَ اللهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ.[1]

کس طرح وہ قوم فلاح و نجات پا سکتی ہے جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ انہیں خدا کی طرف بلاتا ہے۔

اور عتبہ بن ابی وقاص نے ایک اور پتھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب و دندان پر مارا اور کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تلوار کے وار کیے لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزرہ پہن رکھی تھیں یہ وار کارگر نہ ہوئے۔ منقول ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ستر زخم تلوار کے لگے لیکن خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ رکھا۔ اس سختی و زحمت کے باوجود اس مظہرِ رحمت نے اس قوم پر نفرین نہیں کی بلکہ فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ.[2] خدایا میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتے۔

اسی جنگ میں وحشی جو جُبَیر بن مُطْعِم کا غلام تھا، جناب حمزہ بن عبد المطلب کی کمین گاہ میں بیٹھا، جب آپ غضبناک شیر کی مانند حملہ کر رہے تھے اور کفار سے جنگ میں مصروف تھے تو اس نے ایک نیزہ ان کی طرف پھینکا جو آپ کے جسم میں پیوست ہو کر آر پار ہو گیا۔ اس زخم نے آپ کو کمر خمیدہ کر دیا اور آپ زمین پر گر کر شہید ہو گئے۔ پس وحشی آپ کے قریب آیا اور آپ کے جگر کو چاک کر کے آپ کا جگر نکال کر ہند، زوجۂ ابو سفیان کے پاس لے گیا اس نے چاہا کہ اسے چبا کر کھا لے لیکن جب اس نے وہ منہ میں رکھا تو خداوند عالم نے اسے سخت کر دیا تاکہ حمزہ کے اجزائے بدن کافر سے نہ مل سکیں۔ مجبوراً اس

---

[1] بحار الأنوار (ط-بیروت)، ج ۲۰، ص: ۱۰۲

[2]۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۲۵۳۔

نے پھینک دیا۔ اسی وجہ سے وہ ہندِ جگر خوار مشہور ہوگئی۔ پس جتنے زیور اس کے پاس تھے وہ اس نے وحشی کو دے دیئے اور خود جناب حمزہ کی لاش پر آئی۔ آپ کے کان اور بدن کے کچھ اور اجزاء کاٹ لیے تاکہ انہیں اپنے ساتھ مکہ لے جائے۔ باقی عورتیں بھی اس کی اقتداء میں قتل گاہ میں آئیں اور انہوں نے باقی شہداء کا مُثلہ کیا (بدن کے اعضاء کو کاٹ کر جدا کر لیا)۔ کسی کی ناک کاٹی، کسی کا پیٹ چاک کیا اور کاٹے ہوئے اجزاء کو دھاگے میں پرو کر کنگن بنائے۔ ابوسفیان جناب حمزہ کی لاش پر آیا اور اپنے نیزہ کی نوک آپ کے منہ میں چبھو کر کہنے لگا: اے عاق (نافرمان) اس تکلیف کو چکھو۔[1]

حُلَیس بن علقمہ نے جب دیکھا تو پکار کر کہا: اے بنی کنانہ! آکے دیکھو یہ شخص جو قریش کے بزرگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اپنے مقتول پسرِ عم کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے؟ ابوسفیان شرمندہ ہوا اور کہا کہ مجھ سے یہ غلطی ہوگئی ہے، اس کو مخفی رکھو۔

بہرحال اس جنگ میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ستر افراد شہید ہوئے۔ جنگِ بدر میں قریش کے قید ہونے والے افراد کی تعداد کے برابر جنہیں مسلمانوں نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ اپنی خواہش کے مطابق ان سے فدیہ لیا تھا اور انہیں چھوڑ دیا تھا۔

بہرحال جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی خبر مدینہ میں منتشر ہوئی تو اہلِ بیت علیہم السلام اور ان کے عزیزوں کی چودہ عورتیں مدینہ سے نکلیں اور میدانِ جنگ میں پہنچیں۔ سب سے پہلے جناب فاطمہ علیہا السلام نے اپنے بابا کو زخمی حالت میں دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گلے لگا کر بہت گریہ کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔ امیر المومنین علیہ السلام اپنی ڈھال میں پانی لے کر آئے اور جناب فاطمہ علیہا السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور چہرہ کے خون کو دھویا اور چونکہ خون نہیں رُکتا تھا تو چٹائی کا ایک ٹکڑا اجلا

---

[1]۔ بحار الانوار (ط- بیروت)، ج۲۰، ص: ۹۷

کر اس کی راکھ زخمِ پیغمبر ﷺ پر باندھ دی اور اس کے بعد نبی اکرم ﷺ ان زخموں کو بوسیدہ ہڈیوں سے دھواں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ زخموں کے نشان ختم ہو گئے۔

علی بن ابراہیم قمی نے روایت کی ہے کہ جب جنگ رک گئی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو ہمیں جناب حمزہ کے حالات بتائے؟ حارث بن صمّہ نے کہا: مجھے ان کی قتل گاہ معلوم ہے۔ جب حارث اس جگہ پہنچا اور حمزہ کی وہ حالت دیکھی تو وہ نہیں چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا: علی علیہ السلام! اپنے چچا کو تلاش کرو۔ حضرت امیر علیہ السلام حضرت حمزہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی یہ گوارا نہ کیا کہ یہ خبرِ وحشت اثر، سیدُ البشر ﷺ کو پہنچائیں۔ پس رسول اللہ ﷺ خود جنابِ حمزہ کی تلاش میں نکلے۔ جب جنابِ حمزہ کو اس حالت میں دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا:

خدا کی قسم! میں کبھی کسی ایسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں اس جگہ سے زیادہ مجھے غصہ آیا ہو۔ اگر خدا نے مجھے قریش پر غالب کیا تو حمزہ کے بدلے ان کے ستر افراد کا مثلہ کروں گا اور ان کے اعضا کاٹ ڈالوں گا۔ پس جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

وَإِنْ عاقَبْتُمْ فَعاقِبُوا بِمِثْلِ ما عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرين.[1]

اور اگر تم بدلہ لینا چاہو تو اسی قدر بدلہ لو جس قدر تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور اگر تم نے صبر کیا تو یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہتر ہے۔

---

[1]۔ سورہ نحل، آیت ۱۲۶

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں صبر کروں گا اور انتقام نہ لوں گا۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چادرِ بردِ یمانی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوشِ مبارک پر تھی، جنابِ حمزہ پر ڈال دی اور وہ چادر جناب حمزہ کے جسم پر پوری نہ آتی تھی اگر سر پر ڈالتے تو پاؤں رہ جاتے تھے اور اگر پاؤں چھپاتے تو سر رہ جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا سر ڈھانپ دیا اور پاؤں پر گھاس ڈال دی اور فرمایا:

اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ خاندانِ عبد المطلب کی خواتین اندوہناک ہو جائیں گی تو میں حمزہ کو اسی طرح رہنے دیتا اور صحرا کے درندے اور فضا کے پرندے ان کا گوشت کھاتے اور حمزہ قیامت کے دن ان درندوں کے شکم سے محشور ہوتے۔ (کیونکہ جتنی مصیبت زیادہ ہوتی ہے اس کا ثواب اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔[1])

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مقتولین کو جمع کیا جائے پھر ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں دفن کر دیا اور جناب حمزہ پر نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر تکبیریں کہیں۔[2]

اور بعض کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حمزہ کا جسم ان کے بھانجے عبد اللہ بن جحش کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا جائے اور عبد اللہ بن عمرو بن حرام (جو جنابِ جابر کے والد تھے) کو عمرو بن جموح کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا اور اسی طرح جو شخص جس کے ساتھ مانوس تھا دو دو تین تین ایک قبر میں دفن کیے گئے اور جو زیادہ قرأت قرآن کرتے تھے ان کی میتیں ایک دوسرے کے قریب رکھتے تھے اور شہداء کو انہیں کے کپڑوں میں جو خون آلود تھے سپرد خاک کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہیں ان کے کپڑوں اور خون کے ساتھ لپیٹ دو کیونکہ جو شخص خدا کی راہ میں زخمی ہوا ہے وہ قیامت کے دن اس

---

[1]۔ یہ جملہ روایت میں موجود نہیں ہے غالباً شیخ عباس قمی کا اپنا حاشیہ ہے۔

[2]۔ تفسیر القمی، ج۱، ص: ۱۲۳

حالت میں آئے گا کہ اس کے خون کا رنگ تو خون جیسا ہو گا لیکن اس کے خون سے مشک و عنبر کی خوشبو آئے گی۔[1]

لیکن ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے جناب حمزہ کو کفن پہنایا کیونکہ کفار نے انہیں برہنہ کر دیا تھا اور ایک روایت ہے کہ عبد اللہ اور عمرو کی قبر چونکہ سیلاب گزرنے کی جگہ پر تھی۔ ایک دفعہ سیلاب آیا اور وہ ان کی قبر بہالے گیا تو عبد اللہ کو لوگوں نے دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ زخم کے اوپر رکھا ہوا ہے۔ جب ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ مجبوراً ہاتھ دوبارہ اس زخم پر رکھا گیا۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے چھبیس سال بعد اپنے باپ کو قبر میں بغیر کسی تبدیلی کے پایا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور حرمل (اسفند) کے پتے جو ان کی پنڈلی پر لوگوں نے ڈالے تھے وہ اسی طرح تازہ تھے۔

بہرحال جب نبی اکرم ﷺ شہداء کے دفن سے فارغ ہوئے تو مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جس قبیلہ کے قریب سے گزرتے تو مرد اور عورتیں باہر نکل آتے اور آپ ﷺ کی سلامتی پر شکر کرتے اور اپنے مقتولین کا خیال دل میں نہ لاتے۔

پس کبیشہ، سعد بن معاذ کی ماں نزدیک آئی، اس وقت اس کے بیٹے سعد نے رسول ﷺ کے گھوڑے کی لگام تھامی ہوئی تھی۔ سعد نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ !میری والدہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتی ہیں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا: مرحبا (خوش آمدید)۔ جب کبیشہ نزدیک آئی تو رسول خدا ﷺ نے اس سے اس کے بیٹے عمرو بن معاذ کی تعزیت پیش کی۔ وہ کہنے لگی یارسول اللہ ﷺ !جب میں نے آپ ﷺ کو صحیح و سالم دیکھ لیا ہے تو کوئی مصیبت اور تکلیف مجھ پر گراں نہیں۔ پس

---

[1] ۔عوالي اللئالي العزيزية في الأحاديث الدينية، ج۲، ص:۲۰۸

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ ان میں سے باقی رہنے والوں کا حزن و ملال دور ہو اور خدا انہیں ان کی مصیبت کا عِوَض اور اجر عنایت فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد سے فرمایا کہ اپنی قوم کے زخمی لوگوں سے کہو کہ وہ میرے ساتھ نہ چلیں اور اپنے گھروں میں جاکر زخموں کا علاج کریں۔ پس سعد نے زخمیوں سے کہا جو کہ تیس افراد تھے کہ چلے جاؤ اور خود سعد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے دولت کدہ تک چھوڑنے کے بعد واپس چلا گیا۔ اس وقت شاید ہی کوئی گھر ہو گا کہ جس سے گریہ و نالہ اور سوگواری کی آواز بلند نہ ہوتی ہو سوائے جناب حمزہؓ کے گھر کے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا:

لَكِنَّ حَمْزَةَ لَا بَوَاكِيَ لَه الْيَوْمَ یعنی باقی شہداءِ اُحد پر گریہ کرنے والیاں موجود ہیں لیکن آج حمزہ پر کوئی گریہ کرنے والا نہیں۔

سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے جب یہ سنا تو انصار کی عورتوں سے کہا کہ اب اپنے مقتولین پر گریہ نہ کرو پہلے جاکر جناب فاطمہ علیہا السلام کا حمزہ پر رونے میں ساتھ دو، پھر اپنے مقتولین پر رونا۔ ان عورتوں نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گریہ و نالہ کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: واپس جاؤ خدا تم پر رحمت نازل کرے تم نے مواسات و ہمدردی کی اور اس دن سے یہ دستور ہو گیا کہ اہل مدینہ پر جب کوئی مصیبت آتی تو پہلے حمزہ کا نوحہ کیا جاتا اور پھر اپنی مصیبت پر۔

جنابِ حمزہ کے فضائل بہت ہیں اور شعراء نے آپ کے کافی مرثیے کہے ہیں اور میں نے کتاب کحل البصر فی سیرۃ سید البشر میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور مفاتیح الجنان میں آنجناب کی زیارت کی فضیلت اور زیارت کے الفاظ اور باقی شہداء احد کی زیارت کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں اس سے زیادہ گنجائش نہیں ہے۔

یہ واقعہ ۱۵ شوال سن ۳ ہجری میں واقع ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ بروز جمعرات پانچ شوال قریش احد میں آئے تھے۔ اور جنگ ہفتہ کے دن ہوئی۔ واللہ العالم

غزوۃ حمراء الاسد

یہ ایک جگہ ہے کہ جہاں سے مدینہ آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ قریش کہیں دوبارہ نہ پلٹ آئیں اور مدینہ پر حملہ کر دیں، حکم دیا اور بلال نے ندا دی کہ خدائے قادر و قاہر کا فرمان ہے کہ وہ لوگ جو جنگ اُحد میں حاضر تھے اور وہ زخمی ہو گئے ہیں، وہ دشمن کی تلاش میں باہر چلیں۔ پس صحابہ نے علاج و معالجہ کو چھوڑ کر زخموں کے ہوتے ہوئے ہتھیار جنگ لگا لیے اور عَلمِ لشکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا۔ حالانکہ تاریخ میں ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام جنگ اُحد سے واپس آئے تو اَسّی (۸۰) زخم آپ علیہ السلام کے جسمِ مبارک پر لگے ہوئے تھے کہ جن میں فتیلہ (زخم کی گہرائی ناپنے کی سُتلی) داخل ہو جاتا تھا اور آپ علیہ السلام ایک چمڑے پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو رونے لگے۔ پس حمراء الاسد کے مقام تک دشمن کا تعاقب کیا اور وہاں چند دن قیام کر کے واپس پلٹ آئے اور واپسی پر معاویہ بن مغیرہ اموی اور ابو عزہ جمحی کو پکڑ کر مدینہ لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو عزہ کے قتل کا حکم صادر فرمایا کیونکہ جب جنگ بدر میں وہ قید ہوا تھا تو اس نے عہد و پیمان کیا تھا کہ دوبارہ مسلمانوں سے لڑنے نہیں آئے گا۔ اس دفعہ بھی وہ تضرع وزاری کرنے لگا تا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے چھوڑ دیں تو حضرت نے فرمایا:

لَایُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَیْنِ — مومن ایک ہی بِل سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔

بس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قتل کر دیا۔

- قرآنی سورے
- ادعیہ
- زیارات
- نمازیں
- متفرقات

وسيلة النجاة

حفظ کیجئے کیش انعام پائیے

رجسٹریشن کی تفصیلات

۱۔ رجسٹریشن 15 مارچ سے 3 اپریل 2021 تک۔

۲۔ فیس 150 روپے ہے جو بذریعہ ایزی پیسہ (EasyPaisa) اس نمبر 0333-3200052 پر ادا کرنا لازمی ہے۔

۳۔ فیس کا اسکرین شاٹ فارم میں اپ لوڈ کرنا لازمی ہے۔

۴۔ وسیلہ النجات کی کتاب کا ہدیہ فقط 100 روپے ہے۔

امتحانات کی تفصیلات

۱۔ امتحانات 12 سے 30 اپریل 2021 تک ہوں گے۔

۲۔ امتحان کا دورانیہ آدھا گھنٹہ ہوگا جو فارم میں آپ کی جانب سے طے شدہ وقت پر ہی لیا جائے گا۔

۳۔ مزید آدھا گھنٹہ لینے کی فیس 100 روپے ہے جو آپ کے حاصل کردہ پوائنٹ سے منہا ہو جائیں گے۔

کورس کی PDF اور آڈیو ہماری ویب سائٹ پر دستیاب ہیں

CONTACT US ON WHATSAPP
+92 336-210-9262

CONTACT US ON LANDLINE
+92 213-225-3606

VISIT OUR WEBSITE
www.youth.greenislandtrust.org

GIYF, Basement, Amtul Luxury Apartment, Near Noble Computer Centre, Parsi Colony, Soldier Bazar No. 1, Karachi, Pakistan.

Green Island
Youth Forum
(A Project of GIT®)

+92 213 2253606 +92 331 2388982 giyf@greenislandtrust.org youth.greenislandtrust.org

/giyfpakistan /giyf1

Pirani
Catering | Food Centre
HEAVENLY
FLAVOURFUL
CH.BBQ
BIRYANI
IN THE
TOWN
MONDAY SPECIAL
UPTO 10% OFF
*TERMS AND CONDITION APPLIED
TUESDAY SPECIAL
UPTO 05% OFF
*TERMS AND CONDITION APPLIED
WEDNESDAY SPECIAL
UPTO 05% OFF
*TERMS AND CONDITION APPLIED
SHOP NO 5, MADINA ARCADE OPPOSITE DARWESH MART
SOLDIER BAZAR NO 2 KARACHI
0321-3641896 , 0332-4727211
facebook.com/PiraniCaterers/
Piranifoodcenter@gmail.com

ہجری کے چوتھے سال کے واقعات

اس سال عامر بن مالک بن جعفر نے جس کی کنیت ابو براء اور لقب ملاعب الاَسنّۃ (نیزوں سے کھیلنے والا) تھا جو قبیلہ ٔ بنی عامر بن صعصعہ کا حاکم و فرمارواتھا، اس نے نجد کے علاقہ سے مدینہ کا سفر کیا اور خدمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اس نے عرض کی کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے میں کوئی خوف وہراس نہیں لیکن میری قوم بہت زیادہ ہے، بہتر ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت میرے ساتھ کر دیں تا کہ وہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت و پیروی کی دعوت دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نجد کے لوگوں سے امان میں نہیں، مجھے خوف ہے کہ وہ انہیں تکلیف و آزار پہنچائیں گے۔ اس نے عرض کی کہ یہ لوگ میری امان میں ہوں گے۔ انہیں کوئی اذیت نہیں پہنچا سکتا۔

پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر یا ایک قول کی بنا پر چالیس افراد اپنے اصحاب میں سے منتخب کیے کہ جن میں منذر بن عمرو، حرام بن ملحان اور اس کا بھائی سُلیم، حارث بن صمہ، عامر بن فہیرہ، نافع بن بدیل بن ورقہ خزاعی، عمرو بن امیہ ضمری وغیرہ تھے جو کہ بزرگ صحابہ، قاریانِ قرآن اور عابد وزاہد تھے۔ جو دن کو لکڑیاں جمع کر کے انہیں بیچتے تھے اور ان کی قیمت سے اصحاب صفہ کے لیے کھانا خرید کر لاتے تھے اور راتیں نماز، تلاوتِ قرآن اور عبادت میں گزارتے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سریہ میں منذر بن عمرو کو امیر بنایا اور بزرگانِ نجد اور قبیلہ بنی عامر کو خط لکھا کہ بھیجے ہوئے لوگوں کی تعلیم واحکام کی پذیرائی کریں۔

یہ لوگ سفر طے کر کے بئرِ معونہ تک پہنچے جو کہ بنی عامر اور حرہ بنی سلیم کے علاقہ میں نجد کے قریب پانی کا ایک کنواں ہے پس اس جگہ کو انہوں نے لشکر گاہ قرار دیا اور اپنے اونٹ عمرو بن امیہ اور ایک دوسرے انصاری کے اور ایک قول کی بناء پر حارث بن صمہ کے سپرد کیے تا کہ وہ انہیں چرائیں۔ اس

وقت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط حرام بن ملحان کو دیا تا کہ وہ عامر بن طفیل بن مالک عامری جو عامر بن مالک کا بھتیجا تھا، کے پاس قبیلہ کے درمیان لے جا کر عامر کے حوالہ کرے۔ عامر نے قبول نہ کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اس نے خط لے کر پھینک دیا۔ حرام نے جب یہ عالم دیکھا تو فریاد کی: اے لوگوں! کیا میرے لیے امان ہے کہ میں پیغامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچاؤں؟ ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ پیچھے سے ایک شخص نے آکر اسے نیزہ مارا جو اس کے جسم کی دوسری طرف سے باہر نکل آیا۔ حرام نے کہا فُزتُ بِرَبِّ الکعبۃ؛ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا۔

اس وقت عامر بن طفیل نے قبیلہ سُلیم و عُصَیَّہ و رعل اور ذکوان کو جمع کیا۔ عامر بن طفیل اپنے لشکر کے ساتھ بئر معونہ پر پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور سب کو قتل کر دیا۔ سوائے کعب بن زید کے کیونکہ وہ اس جنگ میں کافی زخم کھا کر گر پڑا تھا۔ کفار نے خیال کیا وہ مارا گیا ہے لہٰذا اسے وہیں چھوڑ دیا لیکن وہ بچ نکلا اور جنگِ خندق میں شہید ہوا اور عمرو بن امیہ کو پکڑ لیا، عامر نے اس خیال سے کہ عمرو قبیلہ مضر میں سے ہے، اسے قتل نہ کیا اور کہنے لگا کہ میری ماں پر ایک غلام کا آزاد کرنا واجب ہو چکا ہے، پس اس نے عمرو کی پیشانی کے بال کاٹ دیئے اور اپنی ماں کی نذر کے مقابلہ میں اسے آزاد کر دیا۔ عمرو نے مدینہ کا راستہ لیا۔ جب وہ قرقرہ کے علاقہ میں پہنچا تو اسے قبیلہ بنی عامر کے دو آدمی ملے جو کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امان میں تھے لیکن عمرو کو معلوم نہیں تھا۔ جب وہ سو گئے تو اس نے اپنے ساتھیوں کے خون کے بدلے ان دو عامریوں کو قتل کر دیا۔ جب وہ مدینہ میں آیا اور یہ خبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تو میری امان میں تھے۔ ان کی دیت (خون بہا) دینا پڑے گی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بئر معونہ کے شہداء کی شہادت سے بہت ملول ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ایک ماہ یا چالیس دن تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ رعل و ذکوان و عصیہ پر نفرین و لعنت کرتے رہے اور ان کے ساتھ قبیلہ بنی لحیان، عضل و قارہ کا اضافہ بھی فرماتے تھے۔ کیونکہ سفیان بن خالد ہذلی لحیانی نے عضل و قارہ کے ایک گروہ کو

حیلہ سے مدینہ بھیجا تھا وہ مدینہ میں آئے اور اظہار اسلام کیا اور صحابہ کبار میں سے دس افراد مثلاً عاصم بن ثابت، مرثد بن ابی مرثد، خبیب بن عدی اور سات دوسرے افراد اپنے ساتھ لے گئے تا کہ وہ قبیلہ کے درمیان شریعت کی تعلیم دیں۔ جب وہ علاقہ رُجیع میں پہنچے جو بنی ہذیل کے پانی کی جگہ ہے تو انہیں گھیر لیا اور ان میں سے سات افراد کو قتل کر دیا اور بقیہ تین افراد کو امان دی پھر ان سے بھی دھوکہ کیا۔ آخر وہ بھی مارے گئے اور اس سریہ کو سریہ رجیع کہتے ہیں۔ بہر حال حسان بن ثابت اور کعب بن مالک نے ابو براء کی عہد شکنی کے متعلق اشعار کہے۔ ابو براء اتنا ملول و محزون ہوا کہ وہ اسی غم و اندوہ میں مر گیا اور عامر بن طفیل کو حضرت ﷺ کی نفرین کی وجہ سے اس کی بیوی سلولیہ کے گھر میں ایک غدود اونٹ کے غدود کی طرح نکل آیا جس سے وہ ہلاک ہوا۔

غزوۂ بنی نضیر

نیز سن ۴ ہجری میں غزوہ بنی نضیر واقع ہوا۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بنی نضیر کے یہودی ہزار آدمی تھے اور بنو قریظہ کے یہودی سات سو اور چونکہ بنی نضیر عبد اللہ ابن اُبیّ منافق کے ساتھ قسم کھانے والے تھے لہٰذا ان میں پوری طاقت تھی۔ پس وہ بنی قریظہ پر زیادتی کرتے تھے جیسا کہ انہوں نے یہ عہد کیا تھا اور اسے سر بمہر کیا تھا کہ قبیلہ بنی قریظہ بنی نضیر کا ایک شخص قتل کر دے تو اس کے خون کا مطالبہ کرنے والے پوری دیت (خون بہا) لیں گے اور قاتل کو قتل بھی کریں گے اور اگر بنی نضیر، بنی قریظہ کا کوئی شخص قتل کر دے تو وہ قاتل کے منہ پر تار کول مل کر اسے گدھے پر سوار کر کے پھیرائیں گے اور اس سے آدھی دیت لیں گے اور یہ سب مدینہ میں رہائش پذیر اور رسول خدا ﷺ کی امان میں تھے بشرطیکہ دشمنوں کو رسولِ خدا ﷺ کے خلاف نہ اُبھاریں اور اَعدائے دین کا ساتھ نہ دیں۔

اچانک بنی قریظہ کے ایک شخص نے بنی نضیر کا ایک آدمی قتل کر دیا۔ مقتول کے وارثوں نے چاہا کہ معاہدہ کی تحریر کے مطابق قاتل کو بھی قتل کریں اور خون بہا بھی لیں۔ اس وقت چونکہ اسلام قوت پکڑ چکا تھا اور یہودی کمزور تھے بنی قریظہ نے اپنا معاہدہ توڑ دیا اور کہنے لگے یہ معاہدہ تورات کے مطابق نہیں، اگر چاہو تو قصاص لے لو ورنہ خون بہا لو بالآخر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ ان کے درمیان فیصلہ کریں جب یہ مقدمہ آپ ﷺ کے پاس لائے تو حضرت ﷺ نے اس معاہدہ کو جو تورات سے موافقت نہیں رکھتا تھا ختم کر دیا اور جس طرح بنو قریظہ کہتے تھے آپ ﷺ کا حکم نافذ ہوا۔ اس سے بنی نضیر ناراض ہوگئے اور انہوں نے یہ دل میں ٹھان لی کہ جب موقع ملے تو وہ مسلمانوں کو دھوکہ دیں گے۔ یہاں تک کہ عمرو بن امیہ کا ان دو عامریوں کو قتل کرنے کا جو حضرت ﷺ کی امان میں تھے، واقعہ پیش آیا۔ حضرت ﷺ اس ارادہ سے کہ ان دو افراد کا خون بہا بنی نضیر سے لیں یا ان کی اعانت طلب کریں ان کے قلعہ کی طرف تشریف لے گئے۔ یہودی کہنے لگے جیسا آپ ﷺ حکم دیں ہم ویسا کرنے کے لیے حاضر ہیں لیکن ہماری استدعا ہے کہ آپ ﷺ ہمارے قلعہ میں تشریف لے چلیں اور آج ہمارے ہاں مہمان رہیں۔ حضرت ﷺ نے قلعہ کے اندر جانا مناسب نہ سمجھا لیکن آپ ﷺ سواری سے اتر کر آئے اور ان کے قلعہ سے پشت لگا کر بیٹھ گئے۔ یہودی کہنے لگے محمد ﷺ کبھی اس سے زیادہ آسانی کے ساتھ ہمارے ہاتھ نہیں آسکتے۔ ایک شخص قلعہ کے اوپر جائے اور وہاں سے ایک پتھر آپ ﷺ کے سر پر پھینک دے اور ہمیں ان کی زحمت و تکلیف سے نجات دلائے۔ فوراً جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے منصوبے کی خبر دی۔ رسول خدا ﷺ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب آپ ﷺ مدینہ میں آئے تو محمد بن مسلمہ سے فرمایا کہ بنی نضیر کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور اپنے معاہدہ کو توڑ دیا ہے لہٰذا میرے شہر سے نکل جاؤ۔ اگر دس دن کے بعد تم میں سے ایک شخص بھی یہاں نظر آیا تو ہلاک کر دیا جائے گا۔ یہودی کوچ کرنے کے لیے تیار تھے کہ عبد اللہ بن اُبیّ نے انہیں پیغام بھیجا کہ تم میرے ہم قسم ہو (میرے ساتھ قسم کھانے والے ہو) قطعاً اپنے گھروں سے باہر نہ جاؤ۔ اپنے قلعے دفاع کے لیے محکم

کرلو میں اپنی قوم کے دو ہزار آدمیوں کے ساتھ تمہاری مدد کے لیے حاضر ہوں۔ اگر جنگ کروگے تو ہم لڑیں گے اور اگر جانا پڑا تو مل کر جائیں گے۔ اللہ اس بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان منافقین کو نہیں دیکھا جو اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں: اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ضرور نکل جائیں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی بھی کسی کی بات ہرگز نہیں مانیں گے اور اگر تمہارے خلاف جنگ کی جائے تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ قطعاً جھوٹے ہیں۔[1]

یہودی اپنے قلعوں کو مضبوط کرنے لگے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کچھ کرنا ہے کر لیجیئے ہم اپنے گھروں سے باہر نہیں جاتے۔ جب یہ پیغام حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی اور اصحاب نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پس عَلَمِ لشکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو دیا اور انہیں آگے بھیج دیا اور خود تیزی کے ساتھ ان کے پیچھے چلے اور عصر کی نماز بنی نضیر میں جا کر پڑھی اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ عبد اللہ ابن اُبیّ نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا۔

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ۔[2]

مثلِ شیطان کے جو انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا اور جب وہ کفر اختیار لیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں، میں تو عالمین کے رب کا خوف رکھتا ہوں۔

یہودی پندرہ دن تک محاصرہ کی تنگی برداشت کرتے رہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے کھجوروں کے درخت جڑوں سمیت اکھاڑ دو۔ سوائے کھجوروں کی ایک قسم کے جسے عجوہ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں اس حکم

---

[1]۔ سورہ حشر، آیت ۱۱

[2]۔ سورہ حشر، آیت ۱۶

کی حکمت یہ تھی کہ یہودی اس علاقہ میں رہنے سے دل برداشتہ ہو جائیں جب یہودیوں پر معاملہ سخت ہو گیا تو مجبوراً جلاوطنی کے لیے تیار ہو گئے اور پیغام بھیجا ہمیں امان دیجیئے کہ ہم اپنے اموال واسباب اٹھا کر چلے جائیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جتنا بوجھ تمہارے اونٹ اٹھا سکیں اس سے زیادہ میں نہیں لے جانے دوں گا۔ وہ راضی نہ ہوئے چند دن کے بعد راضی ہو گئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چونکہ پہلے تم نے سرتابی کی تھی۔ اب جو کچھ ہے وہ سب چھوڑ کر چلے جاؤ۔ یہودی ڈر گئے اور سمجھ گئے کہ اب جان بچانی بھی مشکل ہو جائے گی اور اس پر تیار ہو گئے لیکن اس غصہ میں کہ یہ گھر اب مسلمانوں کے فائدہ کے لیے رہ جائیں گے اپنے ہاتھ سے اپنے گھروں کو خراب کر گئے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَ أَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يا أُولِي الْأَبْصار.[1]

وہ اپنے گھروں کو اپنے اور مومنین کے ہاتھوں خراب کر رہے تھے بس اے آنکھ رکھنے والوں! عبرت حاصل کرو۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ انہیں لاؤ اور تین تین افراد کو ایک اونٹ اور ایک مشک پانی کی دے دو اور ایک قول ہے کہ ان کے پاس چھ سو اونٹ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی جتنا اٹھا سکتے ہیں ان پر لاد کر لے جائیں۔ وہ دَف بجاتے اور گاتے ہوئے بازار مدینہ سے گزرے۔ یہ بتانا چاہتے تھے کہ یہاں سے چلے جانے کا ہمیں کوئی افسوس اور خوف نہیں۔ اس وقت ان کا ایک گروہ شام کی طرف دوسرا اذرعات کی طرف اور تیسرا خیبر کی طرف گیا اور ان کے اموال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں آگئے کہ جس طرح چاہیں ان میں تصرف کریں اور جسے چاہیں عطا فرمائیں۔

---

[1]۔ سورہ حشر، آیت ۲

پس حضرت پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیں اور انہیں حکم دیں کہ تمہارے گھروں کو چھوڑ دیں اور اپنے کام کے خود کفیل ہو جائیں اور اگر نہیں تو تمہیں بھی اس غنیمت میں حصہ دیں اور تمہارا معاملہ مہاجرین کے ساتھ بر قرار رہے۔ کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تھے تو حکم دیا تھا کہ ہر انصاری ایک مہاجر کو اپنے گھر لے جائے اور اسے اپنے مال میں شریک قرار دے اور اس کے معاش کا کفیل بنے۔

سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سارا مال فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیں ہم اس پر راضی ہیں اور اس طرح انہیں اپنے گھروں میں بھی رکھے رہیں گے اور اپنے اموال میں انہیں اپنا شریک و سہیم سمجھیں گے اور تمام انصار نے ان کا اتباع کیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ خدایا انصار پر رحم فرما، انصار کے بیٹوں پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما۔

اور یہ آیت کریمہ بھی انہیں کے حق میں نازل ہوئی: (اور وہ اُن لوگوں کے لیے بھی ہے) جو اِن مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دار الہجرت میں مقیم تھے یہ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اِن کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی اُن کو دیدیا جائے اُس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔[1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مال مہاجرین پر تقسیم کیا اور انصار میں سے سوائے سہل بن حنیف اور ابو دجانہ کے اور کسی کو کچھ نہ دیا کیونکہ یہ دونوں مال میں انتہائی تہی دست تھے اور ان کے مرابع (منازل) مزارع

---

[1]۔ سورہ حشر، آیت ۹

(زرعی زمینیں) کنویں اور نہریں امیر المومنین علیہ السلام کو بخش دیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اولاد فاطمہ علیہا السلام پر وقف کر دیا۔

ہجری کے پانچویں سال کے واقعات

سن ۵ ہجری میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب بن جحش سے نکاح کیا اور اس کے زفاف کے وقت آیت حجاب نازل ہوئی۔[1]

غزوہ بنی مصطلق

سن ۵ ہجری میں غزوۂ مُرَیْسِیع واقع ہوا۔ مُرَیْسِیع ایک کنویں کا نام ہے جہاں بنی مصطلق آکر اترتے تھے اور وہ مکّہ مدینہ کے درمیان قدید کے علاقہ میں بنی خزاعہ کا پانی تھا۔ اس غزوہ کو غزوۂ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں اور مصطلق جذیمہ بن سعد کا لقب ہے اور وہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے اور اس قبیلہ کا سردار اور قائد حارث بن ابی ضرار تھا اور اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ حارث بن ابی ضرار نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

---

[1]۔ ترجمہ: اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اُس کے جو خود ظاہر ہو جائے، اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اِن لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے مملوک، وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں، اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے اے مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو توقع ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔ ﴿سورہ نور آیت ۳۱﴾

جنگ کرنے کے لئے ایک جماعت کو اپنے ساتھ کر لیا تھا۔ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر تیار کیا اور پیر کے دن دوسری شعبان کو مدینہ سے چلے اور ازواج میں سے اُم سلمہ اور عائشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ راستہ میں ایک خوفناک وادی میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کافر جنوں کی ایک جماعت نے اس وادی میں جمع ہوئی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کو کوئی نقصان پہنچائیں۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو بلایا اور ان سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان پر فتح حاصل کی اور ہم معجزاتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس واقعہ کو بیان کر چکے ہیں اس لئے دوبارہ بیان نہیں کرتے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریسیع کے علاقہ میں پہنچے اور حارث اور اس کی قوم کے ساتھ جہاد کیا۔ صفوان جو کہ مشرکین کا علمبردار تھا، قتادہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور ایک شخص مالک نامی اپنے بیٹے کے ساتھ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ حارث کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا مسلمانوں نے ان پر پیچھے سے حملہ کیا اور ان کے دس آدمیوں کو زمین پر گرا دیا اور مسلمانوں میں ایک آدمی شہید ہوا۔

بہر حال تین دن جنگ جاری رہی اور کفار کا ایک گروہ مارا گیا اور کچھ بھاگ گئے اور باقی اسیر ہوئے۔ ان میں سے ان کی دو سو عورتیں قید ہوئیں اور دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بھیڑ بکریاں مال غنیمت لشکر کو ملا۔ ان عورتوں میں بَرّہ، حارث بن ابی ضرار کی بیٹی بھی تھی جو ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئی۔ ثابت نے اسے مکاتبہ کنیز قرار دیا اس طرح کہ وہ اپنی قیمت ادا کر دے اور آزاد ہو جائے۔ بَرّہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواہش کی کہ کنیزی سے جان چھڑانے میں اس کی مدد فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی انجام دوں گا اور تیرے حق میں اس سے بہتر چیز سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ وہ کہنے لگی: اس بہتر کیا چیز ہے۔ فرمایا تیرا مال کتابت ادا کروں گا اور پھر تجھ سے نکاح کر لوں گا۔ اس نے عرض کی:

کوئی دولت اس کے برابر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے مال کتابت کی قسط ادا فرمائی اور اسے ثابت بن قیس سے لے لیا اور اس کا نام جویریہ رکھا اور اسے اپنی زوجات میں شامل کر لیا۔

مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ جویریہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہوگئی ہے تو کہنے لگے مناسب نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کے رشتہ دار قید میں رہیں۔ پس جو جو عورت بنی مصطلق کی مسلمانوں کی قید میں تھی اسے آزاد کر دیا۔ عائشہ نے کہا ہم نے کبھی نہیں سنا کہ یہ فضل و برکت کسی عورت کے رشتہ داروں کو ملی ہو جو جویریہ کے عزیزوں کو نصیب ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کے بعد چار دن تک اس علاقہ میں رہے پھر واپس چلے اور عبد اللہ بن ابی منافق نے کہا:

لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ.[1]

اگر ہم مدینہ کی طرف پلٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلت والے کو وہاں سے نکال دے گا۔

یہ اشارہ تھا کہ میں عزت والا ہوں اور معاذ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذلیل ہیں۔ زید بن ارقم نے جو ابھی حدِ بلوغ کو نہیں پہنچے تھے، یہ فقرے سن لیے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر بیان کر دیئے۔ عبد اللہ بن ابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور قسم کھائی کہ میں نے نہیں کہا اور زید جھوٹ بولتا ہے۔ زید کو اس بات سے بہت دکھ ہوا تو سورہ اذا جاءك المنافقون نازل ہوئی۔ زید کی سچائی اور ابن ابی کا نفاق آشکار ہوا اور نیز اس جنگ کی واپسی میں افک عائشہ کا واقعہ ہوا۔

---

[1]. المنافقون:۸.

غزوۂ خندق

ماہِ شوال، سن ۵ ہجری میں غزوہ خندق پیش آیا اور اس کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں، کیونکہ قریش نے تمام عرب سے امداد طلب کی تھی اور ہر قبیلہ سے ایک حزب و گروہ جمع کیا تھا اور اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ جب رسول خدا ﷺ نے بنی نضیر کے یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا تو ان کی دشمنی حضرت ﷺ سے زیادہ ہوگئی۔ پس یہودیوں کے بڑے لوگوں میں سے بیس افراد مثلاً حی بن اخطب، سلّام بن ابی حقیق، کنانہ بن ربیع، ھوذہ بن قیس اور ابو عامر راہب منافق مکہ میں گئے۔ اور ابوسفیان اور قریش کے جنگجوؤں میں سے پچاس افراد کے ساتھ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر معاہدہ کیا کہ جب تک زندہ ہیں محمد ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے سے دست بردار نہیں ہوں گے اور اپنے سینے دیوار کعبہ کے ساتھ لگائے اور قسم کھا کر اس معاہدہ کو محکم کیا۔ اس کے بعد قریش اور یہودیوں نے اپنے ہم قسم لوگوں سے مدد طلب کی۔ ابوسفیان نے لشکر جمع کیا پھر وہ چار ہزار جنگی جوانوں کے ساتھ مکہ سے نکلا اور ان کے لشکر کے ساتھ ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے۔ جب مَرُّالظَهرَان پہنچا تو دو ہزار آدمی قبیلہ اسلم، اشجع، کنانہ، فزارہ اور غطفان سے آملے اور پے درپے اس کو مدد ملتی رہی، یہاں تک کہ جب مدینہ پہنچا تو اس کے ساتھ دس ہزار جنگی جوان جمع ہوگئے۔

جب یہ خبر رسول خدا ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ سلمان نے عرض کی کہ ہمارے ملک میں جب زیادہ لشکر کسی شہر پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ حفاظت کے طور پر اس شہر کے گرد خندق کھود لیتے ہیں تاکہ جنگ کا رخ ایک طرف سے ہو۔ حضرت ﷺ کو سلمان کی بات پسند آئی اور آپ ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دے دیا۔ ایک مہینہ میں خندق کھودنے کا کام ختم ہوا اور اس کے دس دروازے راستہ کے طور پر بنادگئے۔ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ہر دروازہ پر ایک مہاجر اور

انصار چند افراد کے ساتھ حفاظت کریں اور مدینہ کے حصار کو محکم کیا، عورتوں اور بچوں کو مال واسباب کے ساتھ ایک محفوظ جگہ دی۔ قریش کے آنے سے تین دن پہلے یہ سارا کام منظم ہو گیا۔

ادھر سے ابوسفیان نے حی بن اخطب کو بلایا اور کہا اگر بنی قریظہ کے یہودیوں کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منحرف کر اسکو تو بڑا اچھا ہو گا۔ حی بن اخطب کعب بن اسد کے قلعہ کے دروازے پر آیا۔ کعب قبیلہ بنی قریظہ کا قائد تھا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ کعب سمجھ گیا کہ حی ہے اور کس مقصد کے لئے آیا ہے۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوبارہ اس نے کھٹکھٹایا اور پکار کر کہا اے کعب دروازہ کھولو میں ہمیشہ رہنے والی عزت لے کر آیا ہوں۔ اشراف قریش اور سب قبائل ہمدست و متحد ہو گئے ہیں اور ابھی دس ہزار جنگی جوان پہنچ رہے ہیں۔ کعب نے کہا: ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس میں اچھائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ بلا وجہ ہم ان کے معاہدہ کو نہیں توڑیں گے۔ بہر حال حی بن اخطب مکر و حیلہ اور شیطنت سے قلعہ میں داخل ہو گیا اور کعب کے دل کو نرم کر لیا اور قسم کھائی کہ اگر قریش واپس چلے گئے تو میں تیرے قلعہ میں آجاؤں گا۔ جو مصیبت تجھ پر پڑے گی میں بھی جھیلوں گا۔ پس اس نے عہد نامہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر پھاڑ ڈالا اور ابوسفیان سے جاملا اور اسے عہد شکنی کی خوشخبری سنائی۔ چونکہ قریظہ کا ایسے موقع پر عہد شکنی کرنا جب کہ قریش کا لشکر پہنچ چکا تھا، مسلمانوں کے لئے ایک بڑی مصیبت تھی جس سے ان کے دل ٹوٹ گئے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی دل جوئی کرتے اور خدا کی طرف سے وعدۂ نصرت دیتے۔ اس وقت لشکر کفار فوج در فوج ایک دوسرے کے پیچھے پہنچ رہا تھا۔ بعض مسلمانوں نے جن کے دل کمزور تھے جب اس کثیر لشکر کو دیکھا تو ان کی آنکھیں پتھرا گئیں اور ڈر کے مارے ان کے کلیجے منہ کو آنے لگے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

إِذْ جاؤُكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ إِذْ زاغَتِ الْأَبْصارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَناجِرَ وَ تَظُنُّونَ بِاللهِ الظُّنُونَا.[1]

---

[1]۔ سورۂ احزاب، آیت ۱۰

جب وہ اُوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے اور جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

بہر حال لشکرِ کفار خندق دیکھ کر حیران ہوا کیونکہ انہوں نے کبھی خندق نہیں دیکھی تھی۔ پس وہ خندق کے اس پار چوبیس دن تک یا ستائیس دن تک مسلمانوں کا محاصرہ کیے رہے اور اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محاصرہ کی تنگی میں رنج و تعب میں گرفتار تھے۔ کچھ منافقین نے مسلمانوں کو ڈرایا اور سکھایا کہ وہ اپنے گھروں کی حفاظت کا بہانہ کر کے مدینہ کی طرف جائیں۔ ارشادِ قدرت ہے کہ:

وَ إِذْ قالَتْ طائِفَةٌ مِنْهُمْ يا أَهْلَ يَثْرِبَ لا مُقامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَ يَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنا عَوْرَةٌ وَ ما هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِراراً۔[1]

اور جب مسلمانوں کے ایک گروہ نے کہا کہ اے اہل یثرب! تمہارا کوئی مقام نہیں اور ایک گروہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت چاہتا ہے یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں وہ تو صرف بھاگنا چاہتے ہیں۔

بہر حال محاصرہ کے دوران جنگ نہ ہوئی سوائے اس کے کہ تیر اور پتھر ایک دوسرے پر پھینکتے تھے۔ پس ایک دن عمرو بن عبدود، نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ، ضرار بن خطاب، ہبیرہ بن ابی وہب، عکرمہ بن ابی جہل اور مرداس فہری جو سب کے سب بہادر، شجاع اور قریش کے شہسوار تھے، وہ خندق کے کنارہ تک آئے اور ایک تنگ جگہ دیکھ کر جست لگائی اور ابوسفیان، خالد بن ولید قریش کی ایک جماعت کے ساتھ خندق کے کنارے لائن لگا کر کھڑے ہو گئے۔ عمرو نے آواز دی کہ تم لوگ بھی آ جاؤ۔ انہوں نے

---

[1]۔ سورۂ احزاب، آیت ۱۳

کہا تم اپنا کام کرو اگر ضرورت پیش آئی تو ہم بھی آجائیں گے پس عمرو نے دیوانے دیو کی طرح گھوڑے کو ایڑھ لگا کر گھمایا اور کچھ دیر میدان کے ارد گرد چکر لگاتا رہا اور بلند آواز میں اپنے ساتھ لڑنے والے کو طلب کرتا تھا۔ چونکہ عمرو کو فارس یلیل کہتے تھے اور اسے ہزار جوان کے برابر سمجھتے تھے اور صحابہ نے اس کی شجاعت کے قصے سن رکھے تھے تو گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھ گئے اور انہوں نے سر نیچے کر لئے اور ابن خطاب نے اصحاب کے عذر کے طور پر اس کی شجاعت کے متعلق کچھ باتیں کہیں جن سے صحابہ کے دل ٹوٹ گئے اور منافق زیادہ سرکش ہوئے۔ جب رسول خدا ﷺ نے سنا کہ عمرو مبارز طلبی کر رہا ہے تو فرمایا: کوئی دوست ایسا ہے جو اس دشمن کے شر کو روکے؟ علی مرتضیٰ علیہ السلام نے کہا: میں میدان میں جاتا ہوں اور اس سے جنگ کرتا ہوں۔ حضرت ﷺ خاموش رہے۔ عمرو نے دوبارہ پکارا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو میرے پاس آئے اور نبرد آزمائی کرے اور کہنے لگا: اے لوگو! تمہارا خیال ہے کہ تم میں سے قتل ہونے والے بہشت میں جاتے ہیں اور ہمارے مقتول جہنم میں، کیا تمہیں پسند نہیں کہ تمہارا کوئی شخص بہشت کا سفر کرے یا اپنے دشمن کو جہنم میں بھیجے۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کو حرکت دی اور کہا: وَلَقَدْ بَحَحْتُ مِنَ النِّدَاءِ بِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ

میں نے 'ھل من مبارز' (کیا کوئی مقابل ہے) اتنا پکارا کہ میری آواز بیٹھ گئی ہے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو اس کتّے کو خاموش کرے؟ کسی نے جواب نہ دیا۔

پھر امیر المومنین علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور کہا میں جاتا ہوں اور اسے خاموش کرتا ہوں۔

حضرت پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علی علیہ السلام یہ عمرو بن عبدود ہے۔ علی علیہ السلام نے عرض کیا: میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہوں۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زِرہ جس کا نام ذات الفصول تھا، امیر المومنین علیہ السلام کو پہنائی اور اپنا عمامہ سحاب سر پر باندھا اور ان کے حق میں دعا کی اور انہیں میدان کی طرف روانہ کیا۔ امیر المومنین علیہ السلام تیزی سے عمرو کی طرف بڑھے اور اس کے اشعار کے جواب میں فرمایا:

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ أَتَاكَ مُجِيبُ صَوْتِكَ غَيْرَ عَاجِزِ ذُو نِيَّةٍ وَ بَصِيرَةٍ وَ الصِّدْقُ مُنْجِي كُلِّ فَائِزِ

إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أُقِيمَ عَلَيْكَ نَائِحَةَ الْجَنَائِزِ مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءَ يَبْقَى صَوْتُهَا بَعْدَ الْهَزَاهِزِ

امیر المومنین علیہ السلام کے اشعار کا مفہوم یہ ہے:

اے عمرو جلدی نہ کر کیونکہ تیری آواز کا جواب دینے کے لئے وہ آگیا ہے جو تیرے مقابلہ سے عاجز نہیں جو درست نیت والا راہِ حق کا بینا ہے اور ہر کامیاب ہونے والے کو سچائی نجات دینے والی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تجھ پر نوحہ برپا کروں، جو جنازوں پر کیا جاتا ہے۔ ایک ایسی شگاف ڈالنے والی ضربت سے کہ جس کی گونج جنگوں کے بعد تک باقی رہے گی۔

اسی وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بَرَزَ الْإِيمَانُ كُلُّهُ إِلَى الشِّرْكِ كُلِّهِ کلِ ّایمان کلِ ّشرک کے مقابلہ میں جا رہا ہے۔

پس امیر المومنین علیہ السلام نے عمرو کو تین چیزوں میں سے کسی ایک کی طرف دعوت دی یا اسلام قبول کر لے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے سے دست بردار ہو جائے یا گھوڑے سے اتر کر جنگ کرے۔ عمرو نے تیسری چیز کو قبول کیا لیکن اندر ہی اندر وہ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے سے ڈر رہا تھا۔

لہٰذا کہنے لگا: اے علی علیہ السلام سلامتی کے ساتھ واپس چلے جاؤ کیونکہ ابھی میدان میں آنے اور بہادروں سے لڑنے کا تمہارا زمانہ نہیں آیا۔ تیرے منہ سے دودھ کی بو آتی ہے اور میں اسّی ۸۰ سالہ جواں مرد ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے باپ سے میری دوستی تھی لہٰذا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تمہیں قتل

کروں اور میں نہیں سمجھتا کہ تمہارے چچازاد بھائی نے کس حفاظت کی بناء پر تمہیں مجھ سے لڑنے کے لئے بھیجاہے حالانکہ مجھ میں یہ قدرت ہے کہ میں تمہیں اپنے نیزہ پر اٹھاکر آسمان وزمین کے درمیان معلق کرسکتاہوں کہ نہ مردہ اور نہ زندہ رہو۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ان باتوں کو چھوڑ، میں دوست رکھتاہوں کہ تجھے راہ خدامیں قتل کردوں۔ پس عمرو گھوڑے سے اتر آیا اور اپنے گھوڑے کو آزاد چھوڑ دیا اور تلوار سوت کر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے سرپر وار کیااور ایک دوسرے سے سخت جنگ کی کہ زمین گرد وغبار سے تاریک ہوگئی اور دونوں طرف کے لشکر انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بالآخر عمرو نے موقع پاکر حضرت امیر علیہ السلام پر تلوار کاوار کیا۔ آپ علیہ السلام نے سرپر سپر رکھی۔ عمرو کی تلوار نے سپر کو دو ٹکڑے کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کے سرمبارک پر زخم لگایا۔ آپ علیہ السلام نے زخمی شیر کی طرح تلوار اس کے پاؤں پر ماری اور اس کا پاؤں کاٹ دیا۔ عمرو زمین پر گرا۔ حضرت علیہ السلام اس کے سینہ پر بیٹھے تو وہ کہنے لگا: اے علی علیہ السلام! تم بڑی عظیم جگہ پر بیٹھے ہو۔ پھر کہنے لگا جب مجھے قتل کرلو تو میرالباس نہ اتارنا۔ آپ علیہ السلام نے کہاکہ یہ بات میرے لئے انتہائی آسان ہے۔

ابن ابي الحديد اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ: گرد و غبار نے ان دونوں کو آنکھوں سے اوجھل کردیایہاں تک کہ لوگوں نے اس گرد و غبار سے بلند آواز میں صدائے تکبیر سنی پس اس صدا سے مسلمان جان گئے کہ علی علیہ السلام نے عمرو کو قتل کردیاہے جب گرد چھٹی تو لوگوں نے دیکھاکہ علی علیہ السلام عمرو کے سینہ پر بیٹھے ہیں اور اس کا سر اس کے تن سے جدا کررہے ہیں۔[1]

اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضَرْبَةُ عَلِيٍّ فِي يَوْمِ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ

---

[1] ۔ شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید؛ ج۱۹؛ ص ۶۴

کہ علی علیہ السلام کی خندق کے دن کی ضربت قیامت تک کے جن وانس کی عبادت سے بہتر ہے۔

جابر سے روایت ہے کہ جب عمرو زمین پر گرا اور اس کے ساتھی بھاگے اور خندق عبور کرنے لگے تو نوفل بن عبد اللہ خندق میں گر گیا۔ مسلمانوں نے اس پر پتھر پھینکے۔ وہ کہنے لگا مجھے اس ذلت سے قتل نہ کرو کوئی آگے بڑھے اور مجھ سے جنگ کرے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا اور ہبیرہ کی زین پر آپ علیہ السلام نے ایسی ضرب لگائی کہ وہ اپنی زرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ پھر جابر نے کہا عمرو کے قتل ہونے کا واقعہ جناب داؤد علیہ السلام کے جالوت کو قتل کرنے سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے۔[1]

بہر حال جب جنگ ختم ہوئی تو قریش نے کسی آدمی کو بھیجا کہ وہ عمرو اور نوفل کی لاش مسلمانوں سے خرید کر لے آئیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارا مال ہے ہم مردوں کی قیمت نہیں لیتے۔ جب اجازت مل گئی تو عمرو کی بہن اس کی لاش کے پاس آبیٹھی تو اس نے دیکھا کہ عمرو کی زرہ کہ جس کی عرب میں نظیر نہیں تھی، اس کے باقی ہتھیار اور لباس عمرو کے بدن سے نہیں لئے گئے تو کہنے لگی: مَاقَتَلَهُ اِلَّا كَفُوٌ كَرِيْمٌ کہ عمرو کو سوائے کسی مردِ کریم کے، کسی نے قتل نہیں کیا۔

پھر اس نے قاتل کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا: علی بن ابی طالب علیہ السلام تو اس نے دو بیت کہے:

لَوْكَانَ قَاتِلُ عَمْرٍو غَيْرَ قَاتِلِهِ	لَكُنْتُ أَبْكِي عَلَيْهِ آخِرَ الْأَبَدِ
لَكِنَّ قَاتِلَ عَمْرٍو لَا يُعَابُ بِهِ	مَنْ كَانَ يُدْعَى قَدِيماً بَيْضَةَ الْبَلَدِ۔[2]

---

[1] ۔ کشف الغمہ، ج ا، ص ۲۰۴

[2] ۔ المناقب لابن شہر آشوب، ج ا، ص ۱۹۹

"اگر عمرو کا قاتل کوئی اور ہوتا تو میں آخر ابد تک اس پر گریہ کرتی لیکن اس کا قاتل وہ ہے کہ جس میں کوئی عیب نہیں پایا جاتا اور اسے قدیم ایام سے شہر کا قلعہ پکارا جاتا تھا۔"

بہر حال قریش کے اس محاصرہ میں اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ بڑا سخت تھا۔ ابو سعید خدری نے خدمتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی: جانیں لبوں پر آگئی ہیں، کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی ایسی دعا تلقین کریں گے کہ جس سے اطمینان حاصل ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ استُرعَورَاتِنَا وَ آمِن رَوعَاتِنَا

اے معبود! ہمارے عیبوں کو چھپالے اور ہمیں ہمارے خوف سے نجات عطا فرما۔

منافقین نے زبان طنز و تشنیع دراز کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد فتح میں تشریف لائے اور دستِ دعا بلند کر کے طولانی دعا فرمائی اور حق تعالیٰ سے کفایت چاہی۔ خداوند تعالیٰ نے بادِ صبا اُن پر بھیجی کہ جس نے کفار کے لشکر میں تہلکہ مچا دیا ان کے خیمے اور دیگیں الٹ گئیں اور ایک روایت ہے کہ فرشتے ان کی آگ کو بجھاتے، خیموں کی میخوں کو اکھاڑتے اور ان کی طنابیں کاٹتے تھے۔ یہاں تک کہ کفار کو ہول و ہیبت کی وجہ سے فرار اور بھاگنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا اور مشرکین کے شکست کھانے کا اہم سبب عمرو اور نوفل کا قتل ہونا تھا۔

وَ کَفَی اللهُ الْمُؤْمِنِینَ الْقِتَالَ (بِعَلِیٍّ) وَ کَانَ اللهُ قَوِیّاً عَزِیزاً.

خداوند عالم نے مومنین کی جنگ میں (علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ذریعہ) کفایت کی اور خدا قوی و غالب آنے والا ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین نہ ہوتے تو یہ آندھی جو احزاب پر چلی تھی بادِ عقیم سے جو قومِ عاد پر آئی تھی، شدید تر و سخت تر ہوتی۔ حذیفہ سے منقول ہے کہ ابوسفیان نے کہا کہ بہت دیر ہم اس شہر میں رہے ہیں۔ کتنے چوپائے یہاں ضائع کیے ہیں اور کوئی کام بھی نہیں بن سکا۔ یہودیوں نے بھی ہمیں دھوکہ دیا ہے، اب دیکھو یہ آندھی ہمارے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہے۔ بہتر یہ

ہے کہ مکہ کی طرف کوچ کریں اور اس مصیبت سے نجات پائیں۔ یہ کہہ کہ چل پڑا۔ قریش بھی اٹھے اور اپنا سامان حمل کرنے میں مشغول ہوئے اور ابو سفیان سے جا ملے۔

غزوۂ بنی قریظہ

سن ۵ ہجری میں ہی غزوہ بنی قریظہ واقع ہوا اور وہ اس طرح کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ خندق سے فارغ ہوئے تو فاطمہ علیہا السلام کے گھر تشریف لا کے غسل فرمایا اور انگیٹھی منگوائی تا کہ بخور (ہرمل) کی دھونی لیں۔ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی: کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے ہتھیار اتار دیئے ہیں حالانکہ ملائکہ ابھی تک لباسِ جنگ پہنے ہوئے ہیں۔ ابھی جنگ کی تیاری کیجئے اور بنی قریظہ کے یہودیوں پر چڑھائی کیجئے، خدا کی قسم میں جا رہا ہوں تا کہ ان کے قلعوں کو مرغ کے انڈے کی طرح پتھر پر مار کر توڑ دوں۔ پس بلال نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ندا دی کہ چلو نماز عصر بنی قریظہ میں ہو گی۔ پس پندرہ دن ایک قول کی بناء پر پچیس دن ان کے قلعہ کے گرد محاصرہ رہا اور روزانہ تیر اور پتھر سے جنگ ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ خدا نے یہودیوں کے دلوں میں خوف ڈال دیا اور وہ اصحاب کے محاصرہ کی وجہ سے تنگ آ گئے اور اپنے قلعوں سے نیچے آئے اور اپنے حق میں سعد بن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے۔ سعد نے کہا میرا حکم یہ ہے کہ بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی و غلام بنا لیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ پس ان کے مرد قتل کر دیئے گئے اور عورتیں قید کر لی گئیں اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔ خداوند عالم کا ارشاد ہوا:

وَ أَنْزَلَ الَّذِينَ ظاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتابِ مِنْ صَياصيهِمْ وَ قَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقاً تَقْتُلُونَ وَ تَأْسِرُونَ فَرِيقا.[1]

”اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کی مدد کی، انہیں خدا نے ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان میں سے ایک گروہ قتل ہوا اور ایک گروہ کو تم نے قیدی بنایا اور ان کی زمین اور گھروں کا تمہیں وارث بنایا اور اس زمین کا بھی جسے تم نے نہیں روندا تھا اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔“

اور روایت ہے کہ سعد بن معاذ کی درمیانی شہ رگ پر جنگ خندق میں تیر لگا تھا اور خون نہیں رکتا تھا۔ سعد نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خون رک جائے تاکہ میں بنی قریظہ کا انجام اپنی مرضی کے مطابق دیکھ لوں تو اس وقت زخم کھلے۔ نتیجہ یہ تھا کہ ان کا معاملہ ان کی خواہش کے مطابق ہوا اور اسی زخم سے وہ دارِ فانی سے چل بسے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

سن ۵ ہجری میں ہی چاند گرہن لگا۔ یہودیوں نے شعبدہ بازی کی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور اسی سال غزوۂ دومۃ الجندل پیش آیا۔ اس علاقہ میں شریر لوگوں کا ایک گروہ اکٹھا ہو گیا تھا جو گزرنے والوں اور قافلوں کو لوٹا کرتا تھا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہِ ربیع الاول کی پچیس تاریخ کو ایک ہزار کا لشکرِ جرار لے کر اس طرف روانہ ہوئے۔ چوروں اور ڈاکوؤں کو جب یہ معلوم ہوا تو نکل گئے اور مسلمان ان کے مال و مویشی لے کر مدینہ کی طرف چل پڑے اور ربیع الثانی کی بیس تاریخ کو مدینہ واپس پہنچے اور دومہ شام سے پانچ منزل دور جبل طی کے نزدیک ایک جگہ ہے اور اس کی مسافت مدینہ مشرفہ تک پندرہ یا

---

[1]۔ سورہ احزاب، آیت ۲۶ و ۲۷

سولہ دن ہے چونکہ وہ پتھر سے بنا ہوا ہے اور اس لیے اسے دومۃ الجندل کہتے ہیں کیونکہ جندل کا معنی پتھر ہے۔

ہجری کے چھٹے سال کے واقعات

ایک قول کی بناء پر اس سال میں خانہ کعبہ کا حج فرض ہوا اور آیت کریمہ وَ أَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔[1] نازل ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ وجوبِ حج نویں سال میں ہوا۔

غزوۂ ذات الرقاع

اسی سال میں غزوۂ ذات الرقاع پیش آیا اور یہ اس طرح تھا کہ مدینہ میں خبر پہنچی کہ غطفان و بنی محارب و انمار اور ثعلبہ کا ایک گروہ مدینہ کے ارادہ سے لشکر تیار کر رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ابوذر کو اپنا نائب بنایا اور جمادی الاولی کی پندرہ تاریخ کو چار یا سات سو افراد کے ساتھ نجد کی طرف چلے۔ جب مقام نخلہ پہنچے تو وہاں سے ذات الرقاع میں جا کر پڑاؤ ڈالا۔ جب لوگ آپ ﷺ کے ارادہ سے باخبر ہوئے تو ان کے دل میں بہت خوف پیدا ہوا۔ وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ گزین ہو گئے اور زیادہ دہشت کی وجہ سے اپنی کچھ عورتیں بھی چھوڑ گئے۔ مسلمان وہاں پہنچے اور انہوں نے ان کی عورتوں کو کنیزی میں لے لیا۔ نماز کا وقت آیا تو مسلمانوں کو خوف ہوا کہ کہیں ہم نماز میں مشغول ہوں تو دشمن ہم پر اچانک حملہ نہ کر دیں۔ کیونکہ دشمن دور و نزدیک سے نظر آ رہے تھے۔ اس وقت پیغمبر ﷺ نے نماز خوف پڑھی اور بعض روایات کے مطابق یہ آیت اس مقام پر نازل ہوئی:

---

[1]۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۶

وَإِذا كُنْتَ فيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلاةَ فَلْتَقُمْ طائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُم...[1]

(جب تُو ان میں ہو اور نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہو تو تیرے ساتھ ان میں سے ایک گروہ کھڑا ہو جائے اور اپنے اسلحہ کو ساتھ لئے کھڑے رہو۔۔۔)

اس غزوہ کے نام ذات الرقاع میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ پیدل چلنے کی وجہ سے پاؤں زخمی ہو گئے تھے تو کپڑوں کے ٹکڑے (جسے رقاع کہا جاتا ہے) پاؤں سے باندھے تھے اور ایک قول ہے کہ عَلم میں ٹکڑے تھے۔ بعض کہتے ہیں جو پہاڑ اس علاقہ میں تھا مثلِ مرفع کپڑے کے اس کے مختلف رنگ تھے۔ بعض نے درخت کا نام یہ بتایا ہے کہ جس کے قریب حضور ﷺ نے نزول فرمایا تھا۔ منقول ہے کہ اس جنگ میں ایک ایسی عورت کو قید کیا گیا جس کا شوہر موجود نہیں تھا جب اس کا شوہر آیا تو آپ ﷺ کے لشکر کے پیچھے روانہ ہوا۔ جب حضرت ﷺ ایک منزل پر اُترے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہماری نگہبانی کرے گا۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری نے کہا کہ ہم پہرہ دیں گے اور وہ درّہ کے دہانے پر کھڑے ہو گئے اور مہاجر سو گیا اور انصاری سے کہنے لگا: تم رات کے پہلے حصے میں پہرہ دو، میں آخری حصہ میں پہرہ دوں گا۔ پس انصاری نماز میں مشغول ہو گیا۔

اس عورت کا شوہر آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے۔ اُس نے اِسے تیر مارا اور وہ تیر اس انصاری کے بدن پر لگا۔ انصاری نے تیر کھینچ لیا اور نماز نہ توڑی۔ اس نے دوسرا تیر مارا وہ بھی اس نے کھینچ کر پھینک دیا اور نماز نہ توڑی۔ پھر اس نے تیسرا تیر مارا، وہ بھی کھینچ کر رکوع و سجدے ادا کر کے اس نے سلام پھیرا اور اپنے ساتھی کو بیدار کر کے کہا کہ دشمن آیا ہے۔ اس عورت کے شوہر نے دیکھا کہ وہ مطّلع ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ جب مہاجر نے انصاری کا حال دیکھا تو کہنے لگا سبحان اللہ پہلے ہی تیر کے

---

[1]۔ سورۂ نساء، آیت ۱۰۲

وقت تو نے مجھے کیوں نہیں بیدار کیا۔ وہ کہنے لگا میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا میں نے نہیں چاہا کہ اس کو توڑوں۔ جب پے درپے تیر آئے ہیں تو میں رکوع میں گیا اور نماز کو تمام کیا اور تجھے بیدار کیا۔ اور خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہو رہی ہے اور نگہبانی میں کوتاہی ہوگی تو میری جان چلی جاتی قبل اس کے کہ میں سورہ کو قطع کرتا۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ وہ مہاجر عمار یاسر تھے اور انصاری عباد بن بشر اور وہ سورہ، سورۂ کہف تھی۔

اور سن ۶ ہجری میں غزوہ بنی لحیان پیش آیا اور لحیان ہذیل بن مدرکہ کا بیٹا تھا اور بنی لحیان دو گروہ تھے عضل اور قارہ چونکہ جس دن سے قبیلہ ہذیل نے عاصم بن ثابت وخبیب بن عدی اور دوسرے اشخاص کو قتل کیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دھوکہ کیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں یہ بیٹھ گیا کہ انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں گے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سو افراد کے ساتھ ان کے ارادہ سے مدینہ سے بر آمد ہوئے۔ جب بنی لحیان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ سے مطلع ہوئے تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ کر پناہ گزین ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دو دن ان کے علاقہ میں رہے اور عسفان تک جاکر واپس لوٹ آئے اور سفر کی مدت چودہ دن تھی۔

اور سن ۶ ہجری ہی میں غزوہ ذی قرد پیش آیا اور اسے غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں، یہ مدینہ کے قریب پانی کا ایک چشمہ ہے اور جنگ کی وجہ یہ تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیس دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں جو غابہ میں چرا کرتی تھیں اور ابوذر ان کے نگہبان و محافظ تھے، عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس افراد کی معیت میں انہیں لوٹ لیا اور ابوذر کے بیٹے کو بھی شہید کر دیا اور قبیلہ غفار کے ایک شخص کو بھی قتل کر دیا اور اس کی بیوی کو قید کر لیا لیکن وہ عورت ان کو غافل پا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر راتوں رات مدینہ آ پہنچی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو عرض کی کہ میں نے نذر کی تھی جب میں نجات حاصل کر لوں گی تو اس ناقہ کو نحر (ذبح) کروں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بُرا بدلہ

ہے جو تُو اس اونٹنی کو دی رہی ہے جبکہ تو اس پر سوار ہو کر آئی ہے اور اس نے تجھے تیرے گھر پہنچا دیا ہے۔ اب چاہتی ہے کہ تو اس کو نحر کرے اور فرمایا: لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ۔[1]

گناہ کے مورد میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور نہ اس چیز کے بارے میں جو انسان کی ملکیت نہیں۔

بہر حال جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز دی کہ اے خدا کی جماعت! سوار ہو جاؤ۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوار ہو کر پانچ سو افراد کے ساتھ یا ایک قول کی بناء پر سات سو کے ساتھ کوچ کیا اور عَلم مقداد کو دیا اور اسے آگے آگے بھیجا۔ مقداد دشمن کے عقب میں گئے اور ان تک پہنچ گئے۔ پس ابو قتادہ نے مسعدہ کو قتل کر دیا اور سلمہ بن اکوع پیدل پیچھے سے دشمنوں کو مارتا اور کہتا کہ یہ تیر لیتا جا اور جان لے کہ میں اکوع کا بیٹا ہوں اور یہ نامرد اور کمینوں کی موت و ہلاکت کا دن ہے۔ کفار بھاگ کر اس کھائی میں چلے گئے کہ جس میں چشمہ ذی قرد تھا۔ انہوں نے چاہا کہ پانی پئیں لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کے خوف سے پانی پئے بغیر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اور سن ۶ ہجری ہی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کے لئے ماہ ذیقعدہ میں مکہ جانے کا ارادہ کیا اور ستر اونٹ قربانی کے لئے ساتھ لیے اور مسجد شجرہ سے احرام باندھا اور ایک ہزار پانچ سو بیس یا چار سو افراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے اور ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ام سلمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں، جب یہ خبر مشرکینِ مکہ کو ملی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور طے کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانۂ خدا کی زیارت سے دور رکھا جائے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ حدیبیہ میں جو مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے ایک کنوئیں کے پاس لشکر سمیت اترے کہ جس کنوئیں میں پانی کم تھا اور تھوڑی ہی دیر میں کنوئیں کا پانی ختم ہو گیا اور لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تیر اپنے ترکش سے نکال کر فرمایا کہ

---

[1]۔ سیرہ ابن ہشام، ج ۳، ص ۲۹۷

اس کنوئیں میں اس کو نصب کر دو۔ اتنا پانی اس میں سے اُبلا کہ تمام لشکر اس سے سیر اب ہوا۔ خلاصہ یہ کہ حدیبیہ میں (جو کہ ایک بستی کا نام ہے اور اصل میں کنوئیں کا نام تھا جو وہاں ہے اور وہاں سے مکہ ایک منزل پر ہے) بدیل بن ورقہ خزاعی قریش کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ قریش نے اتفاق کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو زیارت خانہ کعبہ سے روکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مَا جِئْتُ لِحَرْبٍ وَإِنَّمَا جِئْتُ لِأَقْضِيَ نُسُكِي فَأَنْحَرَ بُدْنِي وَ أُخَلِّيَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ لَحَمَاتِهَا.[1]

ہم جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں اور ہم اپنے اونٹ نحر کریں گے اور ان کا گوشت تمہارے لئے چھوڑ جائیں گے اور قریش جو ہمارے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں وہ نقصان میں رہیں گے۔

بدیل کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے بھی وہی گفتگو کی جو بدیل سے کی تھی۔ عروہ درِ پردہ اصحابِ پیغمبر ﷺ کو دیکھتا تھا اور پیغمبر اکرم ﷺ کی حشمت و دبدبہ جو ان کی نظروں میں تھا اس کا مشاہدہ کرتا رہا۔ جب قریش کے پاس پلٹ کر گیا تو کہنے لگا: اے لوگو! میں کسریٰ و قیصر و نجاشی کے دربار میں گیا ہوں۔ کوئی بادشاہ رعیت اور لشکر کی نگاہ میں اس عظمت کا نہیں تھا، جب وہ اپنا لعاب دہن پھینکتے ہیں تو لوگ اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کا پانی لینے کے لئے جان دے دیتے ہیں اور اگر ان کی داڑھی کا کوئی بال گرتا ہے تو وہ برکت کے طور پر اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور جب وہ کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو ہر ایک اس کے کرنے میں سبقت کرتا ہے اور جب محمد ﷺ بات کرتے ہیں تو وہ اپنی آواز کو دھیما کر لیتے ہیں اور کوئی شخص تیز نگاہ سے ان کی طرف نہیں دیکھ سکتا باوجود اس کے تمہیں وہ ایسی چیز کا حکم دے رہا ہے جس میں تمہاری بھلائی ہے لہٰذا

---

[1]۔ تفسیر القمی؛ ج ۲؛ ص ۳۱۱

تم اس کی بات کو قبول کر لو خدا کی قسم! میں ایسا لشکر دیکھ کر آیا ہوں جو اپنی جان فدا کر دیں گے یہاں تک کہ تم پر غالب آجائیں۔ بہر حال حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان کو مکہ بھیجا تا کہ قریش کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصد سے آگاہ کرے اور مکہ میں جو مسلمان ہیں ان سے کہے کہ سکون وراحت کا وقت نزدیک آپہنچا ہے۔

عثمان مکہ میں گیا اور عثمان کے بعد دس افراد مہاجرین میں سے اور بھی گئے۔ اچانک خبر آئی کہ عثمان ان دس افراد کے ساتھ قتل ہو گیا ہے اور شیطان نے یہ خبر لشکر اسلام میں پھیلا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا جب تک قریش کو اس جرم کی سزا نہ دوں اور ببول کے درخت کے نیچے جو وہاں تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر صحابہ سے بیعت لی کہ وہ کہیں نہیں جائیں گے اور جنگ ہو گئی تو جنگ سے دست بردار نہیں ہوں گے اور اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں کہ خداوند عالم سورہ فتح میں فرماتا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ ما فی قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَ أَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيبا۔[1]

بے شک خدا مومنین سے راضی ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے اور اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا تو اس نے سکون ان کے دلوں پر نازل کیا اور انہیں نزدیک ہی فتح سے نوازا۔

اس بیعت سے قریش کے دلوں میں عظیم ہولناکی پیدا ہو گئی۔ سہیل بن عمرو اور حفص بن احنف کو انہوں نے بھیجا تا کہ قریش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان مصالحت ہو جائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سہیل کے درمیان مصالحت ہو گئی اور صلح نامہ لکھا گیا کہ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ دس سال تک

---

[1]۔ سورۂ فتح، آیت ۱۸

مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ نہیں ہوگی اور طرفین ایک دوسرے کے مال و جان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور ایک دوسرے کے شہروں کی طرف بغیر کسی قسم کے تزاحم اور دہشت کے سفر کریں گے اور کفار میں سے جو مسلمان ہو جائے اس سے قریش مزاحم نہیں ہوں گے اور جو شخص قریش کے ساتھ معاہدہ کرے ، مسلمان اس سے بغض و کینہ نہیں رکھیں گے اور آئندہ سال رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج و عمرہ ادا کریں گے۔ لیکن مسلمان تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے اور اپنے ہتھیار نیام میں رکھیں گے اور جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے چاہے مسلمان ہی کیوں نہ ہو جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے قبول نہ کریں اور اسے واپس نہیں کریں گے اور وہ اسے اپنی پناہ میں رکھیں گے۔ صحابہ کے ایک گروہ کا اس صلح سے دل تنگ ہوا اور کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ تشویش پیدا ہوئی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خواب کیوں درست نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے گئے ہیں، عمرہ کیا ہے اور خانہ کعبہ کی چابی اپنے ہاتھ میں لی ہے اور مکہ فتح کیوں نہیں ہوا۔ ابن خطاب کے دل سے یہ بات زبان پر آگئی اور کہنے لگا: مَا شَكَكْتُ فِي نُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ قَطُّ اِلَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ
میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر سوائے حدیبیہ کے دن شک کے کبھی شک نہیں کیا۔

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگا کہ ہم کس طرح اس ذلت کے سامنے جھکیں اور اس صلح پر راضی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور کوئی کام اس کے حکم کے بغیر نہیں کرتا۔ وہ کہنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے کہا تھا کہ خانہ کعبہ کی زیارت کریں گے اور عمرہ بجالائیں گے وہ کیا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال یہ کام سرانجام دیں گے ؟ کہنے لگا کہ نہیں۔ تو فرمایا کیوں سیخ پا ہوتے ہو تمہیں دکھ نہ ہو تم خانہ کعبہ کی زیارت کروگے اور طواف کروگے جس طرح خدا فرماتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرامَ إِنْ شاءَ اللهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُسَكُمْ وَ مُقَصِّرِينَ لا تَخافُونَ فَعَلِمَ ما لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذلِكَ فَتْحاً قَرِيبا.[1]

بیشک خدا نے اپنے رسول کو بالکل سچا خوب دکھلایا تھا کہ خدا نے چاہا تو تم لوگ مسجد الحرام میں امن و سکون کے ساتھ سر کے بال منڈا کر اور تھوڑے سے بال کاٹ کر داخل ہو گے اور تمہیں کسی طرح کا خوف نہ ہو گا تو اسے وہ بھی معلوم تھا جو تمہیں نہیں معلوم تھا تو اس نے فتح مکہ سے پہلے ایک قریبی فتح قرار دے دی۔

---

[1] ۔ سورۂ فتح، آیت ۲۷

Ilham®

Swiss Collection

Non Alcoholic & Long Lasting Perfume

Roll On 6 ml

: # 4, K-R-1, Hassan Ali Building, Plot # SR 8/38, Kutchery Road, Karachi.
: 00971-50-1164726 0092-332-2333379 : www.ilhamperfumes.com

HEMANI
Live Natural

WE HAVE GOT YOUR BACK
GERM-FREE WHEREVER YOU GO!

USE DISCOUNT CODE TO AVAIL 15% OFF*

HEMANI15

info@hemanitrading.ae | www.hemaniherbals.com

SCAN ME

*Terms & Conditions Apply. Not Valid With Other Promotions & Discounts.